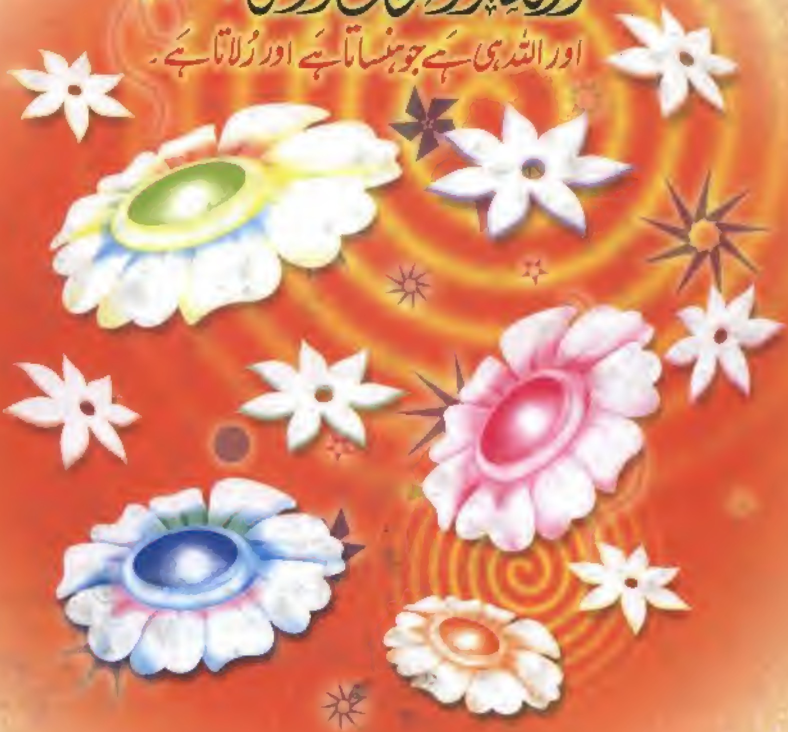


اسلام میں تصورِ مزاح اور مسکراہٹیں

عبدالوارث ساجد

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب

اسلام میں تصورِ مزاح اور مسکراہٹیں

ترتیب و تہذیب:
عبدالوارث ساجد

سرورق
ضیغم

تاریخ اشاعت
اکتوبر ۲۰۰۶ء

مطبوعہ
علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر
نعمانی کتب خانہ

e-mail: nomania2000@hotmail.com
Phone: +92 42 7321865





وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى (النجم ۴۳)

اور اللہ ہی ہے جو ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔

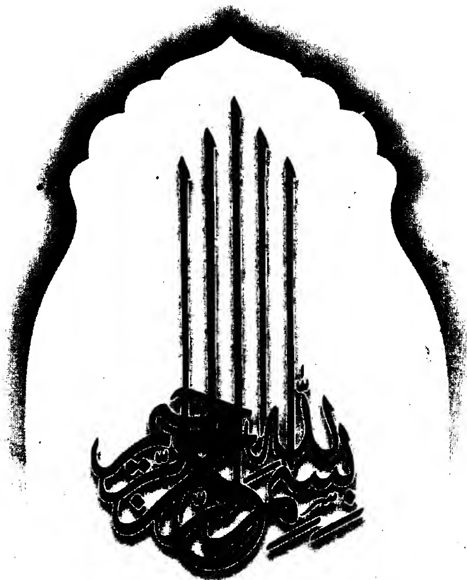


اسلام میں تصورِ مزاح اور مسکراہٹیں

ترتیب و تہذیب: عبدالوارث ساجد



نعمانی کتب خانہ



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



مسکراہٹ

- اس پر کچھ خرچ نہیں آتا لیکن یہ سب کچھ دیتی ہے۔
- یہ حاصل کرنے والوں کو مالا مال کرتی ہے اور دینے والے سے کچھ نہیں مانگتی۔
- اس کے بغیر کوئی امیر نہیں جس کے پاس یہ نہیں اس جیسا کوئی غریب نہیں۔
- مسکراہٹ کی ضرورت اسے سب سے زیادہ ہوتی جس کے پاس دوسروں کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو۔
- اگر آپ دوسروں کے لیے باعث احترام بننا چاہتے ہیں، ان کے دلوں میں گھر کرنا چاہتے ہیں تو مسکرایئے۔
- یہ ایک جھلک ہوتی ہے لیکن اس کی یاد اکثر و بیشتر ابدی ہوتی ہے۔





دیباچہ

اسلام میں ہنسی مذاق کی حدود

از : ڈاکٹر یوسف القرضاوی

ہنسا ایک انسانی خصلت ہے اور عین فطری عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہنستے ہیں اور جانور نہیں ہنستے ہیں۔ کیوں کہ ہنسی اس وقت آتی ہے جب ہنسی کی بات سمجھ میں آتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سمجھ داری جانوروں میں نہیں ہوتی ہے۔

چوں کہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے اسلام کے سلسلے میں یہ تصور محال ہے کہ وہ ہنسنے ہنسانے کے فطری عمل پر روک لگائے گا۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام ہر اس عمل کو خوش آمدید کہتا ہے جو زندگی کو ہشاش بشاش بنانے میں مددگار ثابت ہو، اسلام یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پیروکار کی شخصیت بارونق، ہشاش بشاش اور تروتازہ ہو۔ مرجھائی ہوئی بے رونق اور پژمردہ شخصیت اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

اس اسلامی شخصیت کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ ﷺ سے بہتر نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنے والا بخوبی جانتا ہے کہ آپ ﷺ گوناگوں دعوتی مسائل اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے باوجود ہمیشہ مسکراتے اور خوش رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ اپنے ساتھیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ بالکل فطری انداز میں زندگی گزارتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی خوشی، کھیل اور ہنسی مذاق کی باتوں میں شرکت فرماتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کے غموں اور پریشانیوں میں شریک رہتے تھے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں

نے جواب دیا کہ میں تو آپ ﷺ کا پڑوسی تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا بھیجتے تا کہ میں اسے لکھ لوں۔ آپ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ ہم سب جب دنیا کی باتیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے اور جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے اور جب ہم کھانے پینے کے بارے میں باتیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اسی موضوع پر باتیں کرتے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ ہماری ساری گفتگو میں شریک ہوتے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ ''آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ مزاح اور پر لطف شخصیت کے مالک تھے۔''

(کنز العمال حدیث نمبر: ۱۸۴۰۰)

بخاری شریف کی ام زرع والی مشہور حدیث میں بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھیل تماشے کرتے تھے، ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے۔ اپنی بیویوں سے کہانیاں سنتے تھے۔ بخاری شریف ہی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر دوڑ لگاتے تھے۔ اس دوڑ میں کبھی عائشہ رضی اللہ عنہا جیت جاتی اور کبھی آپ ﷺ جیت جاتے۔ کون نہیں جانتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی پیٹھ پر اپنے نواسوں (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو سوار کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتے تھے۔ کسی صحابی نے آپ ﷺ کی پیٹھ پر بچوں کو سوار دیکھ کر کہا کہ یہ تو بہترین سواری ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ شہسوار بھی تو بہترین ہیں۔

آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ دعا کریں کہ میں جنت میں چلی جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورتیں نہیں جائیں گی۔ یہ جواب

سن کر وہ بڑھیا رونے لگی آپ ﷺ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بڑی بی! جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ بوڑھا شخص بھی جنت میں جوان ہوکر داخل کیا جائے گا۔

ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا تا کہ آپ ﷺ اسے اونٹ کی سواری عطا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ اس شخص نے حیرت سے پوچھا کہ اونٹنی کا بچہ سواری کے قابل کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اونٹ بھی تو آخر کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ (ترمذی)

سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام ایمن نام کی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے شوہر آپ ﷺ کو بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے سوال کیا کہ تمہارا شوہر کون ہے، وہی نا جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے (آنکھوں میں سفیدی ہونا بے شرم ہونے کے لیے محاورۃ استعمال کیا جاتا ہے) اس عورت نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کے شوہر کو بے شرم کہہ رہے ہیں۔ کہنے لگی کہ بہ خدا میرے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سفیدی تو آنکھ میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا مقصد اس سفیدی سے تھا جو سیاہ دائرے کے اردگرد ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہمارے گھر میں موجود تھے۔ میں نے ان کے لیے حریرہ (دودھ اور آٹا میں بنا ہوا کھانا) تیار کیا۔ پھر میں نے اسے سودہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کھانے کے لیے پیش کیا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے حریرہ پسند نہیں ہے میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھاؤ ورنہ میں تمہارے چہرے پر حریرہ مل دوں گی۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا تو میں نے ان کے چہرے پر حریرہ مل دیا۔ آپ ﷺ ہم دونوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ تھوڑا سا جھک گئے تا کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھی میرے چہرے پر حریرہ مل سکیں۔

چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تماشہ دیکھ کر ہنستے رہے۔

(یہ حدیث کتاب ''الفکاھۃ والمداح'' میں زبیر بن بکار کے حوالے سے منقول ہے)

کوئی اور ہوتا تو ان کی حرکت پر ڈانٹتا اور سرزنش کرتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس چھیڑ چھاڑ سے نہیں روکا بلکہ یہ دیکھ کر خود ہی محظوظ ہوتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی زندگی میں خوشیوں کا رنگ بھرنا چاہتے تھے۔ خاص کر عید الاضحیٰ اور دوسرے خوشی کے مواقع پر۔ مشہور واقعہ ہے کہ عید کے موقع پر کچھ لڑکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گانا بجانا کر رہی تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر برہم ہوئے اور انہیں گانے بجانے سے روکنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر انہیں گانے بجانے دو، عید کے دن ہے۔ ذرا یہودی بھی جان لیں کہ ہمارے دین میں بھی وسعت اور تفریح کے مواقع ہیں۔

کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حبشیوں کو مسجد نبوی کے اندر کھیل تماشہ دکھانے کی اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی یہ کھیل تماشہ دیکھتے رہے۔ انہیں جوش دلاتے رہے اور اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سر کاندھے پر رکھ کر یہ تماشہ دکھاتے رہے۔ لوگ مسجد نبوی میں کھیل تماشہ دکھاتے رہے، رقص کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں محسوس کیا۔

روایت ہے کہ کسی لڑکی کی رخصتی ہو رہی تھی۔ رخصتی کے موقع پر کسی کھیل تماشہ اور گانے بجانے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔

① گانے سے مراد آج کل کے جیسے فلمی گانے نہیں ہیں بلکہ شادی کے موقع پر جو مہذب اور شائستہ گانے گائے جاتے ہیں۔

آپ ﷺ کو یہ بات سخت ناپسند ہوئی اور فرمایا کہ "هلا كان معها لهو" (اس کے ساتھ کھیل تماشے کا انتظام کیوں نہیں ہے) بعض روایت میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں نے اس خوشی کے موقع پر گانے والیوں کو کیوں نہیں بھیجا جو یہ گاتیں:

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

"ہم تمہارے پاس آ گئے ہم تمہارے پاس آ گئے' تم ہمیں خوش آمدید کہو،
ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں"

آپ ﷺ کی تربیت میں نشوونما پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی تھے۔ ہنستے ہنساتے اور مذاق کرتے تھے۔حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا سخت مزاج انسان بھی ہنسی مذاق کیا کرتا تھا۔ روایت ہے کہ انہوں نے ازراہ مذاق اپنی لونڈی سے کہا کہ مجھے شریفوں کے خالق نے پیدا کیا ہے اور تمہیں بدمعاشوں کے خالق نے پیدا کیا ہے۔ اس بات پر وہ لونڈی کبیدہ خاطر ہوگئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ شریفوں اور بدمعاشوں کا خالق الگ الگ تھوڑے ہی ہیں۔ ان سب کو تو ایک ہی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ مجھے اور تمہیں دونوں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔

مشہور تابعی ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مذاق کیا کرتے تھے؟

آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی تو انسان ہی تھے۔

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم جب آپ کے پاس رہتے ہیں تو ہمارے ایمانی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب گھر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو کچھ اور ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس رہتے ہوئے ایمانی جوش وجذبہ کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کی محفل سے نکلنے کے بعد

اس جذبے میں کمی آجاتی ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اے حنظلہ! اگر تم ایک جیسے حال میں ہمیشہ رہو (وہ ایمانی کیفیت برقرار رہے جو میرے پاس رہنے سے طاری ہوتی ہے) تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں یعنی تم فرشتوں کی صف میں شامل ہو جاؤ گے۔لیکن اے حنظلہ! چند گھڑیاں یوں ہوتی ہیں اور چند گھڑیاں کچھ اس سے مختلف ہوتی ہیں۔ (تم انسان ہو، فرشتے نہیں یقیناً تمہاری کیفیت فرشتوں سے مختلف ہوگی۔تمہاری چند گھڑیاں سنجیدگی اور حد درجہ ایمانی کیفیت میں گزرتی ہیں،تو چند گھڑیاں اس سے مختلف۔ہنسی مذاق اور پرلطف ماحول میں بھی گزریں گی)

حقیقت یہ ہے کہ چہرے پر خشونت اور باتوں میں روکھا پن لیے ہوئے بعض دین دار حضرات محض اپنی طبیعت اور فطرت کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے دین دار حضرات سے اسلام سیکھنے کی بجائے قرآن مجید، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہترین عملی نمونوں سے اسلام سیکھیں اب ذرا ان دلیلوں پر نظر ڈال لیں جو آپ نے اپنے سوال میں پیش کی ہیں۔

☆ پہلی حدیث میں بہ کثرت اور بہت زیادہ ہنسنے سے منع کیا گیا ہے۔صرف ہنسنے کی ممانعت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر ہوتی ہے۔خواہ ہنسنے کی زیادتی ہو یا رونے کی یا کسی اور چیز کی۔

☆ یہ حدیث کہ آپ ﷺ پر ہمیشہ غم کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک ضعیف حدیث ہے اور اسے بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس بخاری شریف کی صحیح حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی دعاؤں میں حزن وغم سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

☆ جہاں تک قرآن کی آیت لا تفرح......الخ کا تعلق ہے تو اس میں لفظ

فرح سے مراد ہنسنا نہیں ہے بلکہ گھمنڈ کرنا اور اترانا ہے۔ یہی مفہوم تمام مفسرین نے بیان کیا ہے۔

غرض کہ قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے، جس سے ہنسنے ہنسانے اور مذاق کرنے کی ممانعت ثابت ہو۔ بلکہ اس کے برعکس مذاق کرنا اور ہنسنا ہنسانا ایک جائز کام ہے جیسا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونوں سے واضح ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے میں ہنسنے ہنسانے والی کیفیت بڑا رول ادا کرتی ہے۔ اسی لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

''**ان القلوب تمل كما تمل الابدان فابتغوا لها طرائف الحكمة**''جس طرح جسم اکتا جاتے ہیں اسی طرح دل بھی اکتاتے ہیں۔ اس کی اکتاہٹ دور کرنے کے لیے حکمت سے پر لطیفے تلاش کیا کرو۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں۔ **روحوا القلوب ساعة بعد ساعة۔ فان القلوب اذا كره عمى۔**

''دل کو تھوڑی تھوڑی دیر میں آرام اور تفریح دیا کرو۔ کیوں کہ دل میں اگر کراہیت آگئی تو دل اندھے ہو جائیں گے۔''

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھیل تماشے کے ذریعے اپنے آپ کو طاقت فراہم کرتا ہوں تاکہ حق کے کام کے لیے میں چست اور پھرتیلا رہوں۔

ہنسی مذاق جائز ہے لیکن حد کے اندر رہ کر کیونکہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر ہوتی ہے۔ ہنسی مذاق کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے۔

✪ پہلی بات یہ ہے کہ جھوٹی باتیں گھڑ کر لوگوں کو ہنسانے کی کوشش نہ کی جائے۔ جیسا کہ بعض لوگ یکم اپریل کے دن کرتے ہیں۔ حدیث ہے کہ ''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔'' ایک دوسری

حدیث ہے کہ ”آپ ﷺ مذاق کرتے تھے لیکن ہمیشہ سچ بولتے تھے۔“

★ ہنسی مذاق کے ذریعے کسی کی تحقیر وتذلیل نہ کی جائے۔ اَلا یہ کہ وہ خود اس کی اجازت دے دے اور اس پر ناراض نہ ہو۔ کسی کی تحقیر کرنا بڑا گناہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ [الحجرات: ۱۱]

”اے ایمان والو! لوگوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کا ٹھٹھا نہ کریں۔“

اور حدیث ہے:

((بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اِنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمْ)) (مسلم)

”کسی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔“

★ مذاق میں کسی کو ڈرانے دھمکانے سے پرہیز کیا جائے۔ حدیث میں ہے ”لا یحل لرجل یروع مسلما“ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ڈرائے دھمکائے۔“

★ ہنسی مذاق میں کسی دوسرے کا سامان نہ ہتھیا لیا جائے۔ حدیث:

((لَا یَأْخُذُ اَحَدُکُمْ مَتَاعَ اَخِیْہِ لَاعِبًا وَلَا جَادًّا)) (ترمذی)

”کوئی شخص کسی دوسرے کا سامان نہ ہتھیا لے نہ مذاق میں اور نہ سنجیدگی سے۔“

★ اس وقت مذاق نہ کرے جب سنجیدگی کا موقع اور ماحول ہو اور نہ ایسے مقام پر ہنسنا شروع کر دے جہاں رونے کا مقام ہے۔ کیوں کہ ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی زبردست سرزنش کی ہے جو قرآن سنتے وقت ہنسی مذاق کرتے تھے حالانکہ یہ سنجیدہ رہنے اور رونے کا مقام ہے۔ اللہ فرماتا ہے:



﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝﴾ [النجم: ۶۱]

''اب کیا یہی وہ باتیں ہیں، جن پر تم اظہار تعجب کرتے ہو۔ ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور گا بجا کر انہیں ٹالتے ہو۔''

سیدنا اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو بڑے خشوع وخضوع کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا۔ نماز کے بعد وہ عورت آئینہ کے سامنے گئی اور بننے سنورنے لگی۔ سیدنا اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا ابھی تو تم خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی اور اب بن سنور رہی ہو! اس دین دار عورت نے جواب دیا کہ میں جب اللہ کے سامنے کھڑی تھی تو خشوع وخضوع کی حالت میں تھی اور اب اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں تو بن سنور کر۔ ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔

✪ ہنسی مذاق حد کے اندر اور اعتدال کے ساتھ ہو۔ ہنسی مذاق میں پھوہڑ پن نہ ہو کہ یہ چیز بری لگنے لگے اور نہ بہت زیادہ ہو کہ اس سے اکتاہٹ شروع ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی چیز کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے خواہ عبادت ہی کی زیادتی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ کثرت سے نہ ہنسا کرو کیوں کہ ہنسی کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ **''اعط الکلام من المزاح بمقدار ما تعطی الطعام من الملح''** یعنی اپنی گفتگو میں اتنا مزاح پیدا کیا کرو جتنا کہ کھانے میں نمک ڈالتے ہیں۔



حرف تمنا

کراچی میں میرے ایک دوست مولانا صادق الخیری صاحب رہتے ہیں۔ جو جامعہ ابی ہریرہ دہلی کالونی میں مدرّس ہیں، مولانا ایک علمی شخصیت ہیں درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہیں اور مطالعہ ان کا مشغلہ ہے ہر دوسرے تیسرے روز سرِشام ان کا فون آجاتا ہے۔

وہ ہر بار کہتے ہیں:

''میں مطالعہ میں مصروف تھا، کچھ ذہنی تھکن محسوس ہوئی، سوچا آپ سے بات کر کے تازہ دم ہو جاؤں۔''

میرے خیال میں یہی معاملہ ہر اس آدمی کے ساتھ ہے جو کتب بینی کا شغف رکھتا ہے۔ حکیم سعید رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اول تو ہماری قوم میں مطالعہ کا شوق نہیں اور اگر کوئی کتاب تھام کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے تو وہ بہت جلد خود کو تھکا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے۔ میں ایسا ہی شوق رکھنے والی کئی شخصیات کو جانتا ہوں۔ اکثر اوقات ان کے لبوں سے بھی یہ الفاظ سننے کو ملتے کہ پڑھتے پڑھتے تھک گیا تھا لہذا میں نے ذہنی آسودگی کے لیے فلاں کام شروع کر دیا۔ میرا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں کہ کتاب کی محبت سے دل آباد ہے کئی کئی بار ایک ہی موضوع پر پڑھتے اکتاہٹ کا احساس ہونے لگتا ہے تو دل میں کسی دلچسپ چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر اس کی تلاش شروع ہوتی ہے نتیجتاً کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انسان ذی روح ہے اور ذہن اس کا ایک حصہ ہے، جس طرح مسلسل کام سے

انسانی جسم تھکن محسوس کرنے لگتا ہے بالکل اسی طرح ذہن بھی مسلسل مطالعہ سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے نتیجتاً آدمی ذہنی آسودگی کے لیے خوش طبعی چاہتا ہے میں نے اپریل 2004ء کو لاہور سے فرضی قصے کہانیوں سے پاک بچوں کا میگزین نکالا تو اس میں ''مسکراہٹیں'' کے نام سے باقاعدہ ایک سلسلہ شروع کیا گیا جس میں خوش طبعی اور مزاح کے واقعات بطور لطیفے شائع ہوتے ہیں۔

رائج الوقت من گھڑت لطیفوں کے بجائے اس میگزین میں ہم تاریخ اسلام سے ایسے واقعات درج کرتے جو اپنے اندر خوش طبعی کا پہلو رکھتے ہیں جنہیں پڑھتے ہی بندہ مسکرانے لگتا ہے، نعمانی کتب خانہ اردو بازار میں ایک روز ''ننھے مجاہد'' کے ایک شمارے کی ورق گردان کرتے کرتے جب یہ سلسلہ محترم ضیاء نعمانی صاحب نے دیکھا تو پسند فرمایا۔

انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس پر ایک مکمل کتاب شائع ہونی چاہیے اور ساتھ ہی انھوں نے اس کام کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی۔

اگرچہ یہ کام زیادہ مشکل نہ تھا، تاہم صاحب علم احباب جانتے ہیں کسی بھی موضوع پر میٹر کی تلاش کافی مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔

بالخصوص خوش طبعی اور مزاح سے بھرپور ایسے واقعات تلاش کرنے کے لیے بہت سی کتب کی ورق گردانی کرنا پڑی۔

خوش طبعی اور مزاح کے بہت سے واقعات جمع ہو سکتے تھے، لیکن میں نے اس کتاب میں صرف وہی واقعات شامل کیے ہیں جو تاریخ میں معتبر اور معیاری ہیں۔

یہ واقعات اپنے اندر خوش طبعی کے پہلو بھی رکھتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریخ میں خود پر سچائی کی مہر بھی رکھتے ہیں اور بصیرت کے پہلو بھی۔

مجھے امید ہے کہ دوران مطالعہ ذہنی آسودگی کے لیے یہ کتاب ذائقہ بدلنے کا

بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔

اور کتاب میں شامل طنز و مزاح کے واقعات اور نامور لوگوں کی شگفتہ بیانیاں یقیناً آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کے رنگ بھر دینگی۔

عبدالوارث ساجد

۲۴مارچ۲۰۰۶ء

چوبرجی لاہور



اسلام میں مزاح کا تصور

اسلام زندگی کے ہر پہلو میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے، معاشرتی زندگی کے وہ تمام لوازم جو خوشگوار ماحول کے لیے موزوں ہیں اسلام ان کی تعلیمات دیتا ہے۔

خوش طبعی اور مزاح انسانی زندگی کے جزلازم ہیں۔ خوش طبعی اور مزاح انسان کی صحت کے لیے بھی ضروری ہے اور اسلام نے اس کی اجازت بھی دی ہے۔ بشرطیکہ مزاح میں فحش گوئی اور دوسرے انسان کی تحقیر نہ ہو۔

خوش طبعی نفس کے لیے راحت کا سامان ہے اور ہر انسان اس کی بھی خواہش رکھتا ہے۔

یہ ایک فطری سبب ہے اور اسلام آسمانی دین ہونے کے ناطے فطرت کے تمام پہلوؤں پر انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ غم اور خوشی انسانی زندگی کا حصہ ہے اور ان کا تغیر اس ذات کے بابرکت ہاتھ میں ہے جس نے اس انسان کو بنایا اور انسان کے لیے اسلام کو بطور دین چنا۔

چنانچہ قرآن میں ہے:

''اور وہی (اللہ) ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔'' (سورۃ: نجم ۴۳)

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''کہ بندوں میں ہنسنے، رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کیے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر ۵/۲۵۴)

سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

یعنی خوشی اور غمی دونوں کے اسباب اس کی طرف سے ہیں، اچھی اور بری قسمت کا رشتہ اس کے ہاتھ میں ہے، کسی کو اگر راحت و مسرت نصیب ہوئی ہے تو اسی کے دینے سے ہوئی ہے اور کسی کو مصائب و آلام سے سابقہ پیش آیا ہے تو اسی کی مشیت سے پیش آیا ہے کوئی دوسری ہستی اس کائنات میں ایسی نہیں جو قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے میں کسی قسم کا دخل رکھتی ہو۔

(تفہیم القرآن از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی: ۵/۲۲۰)

یوں اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود اللہ رب العزت نے بھی انسانی زندگی کے تغیرات میں خوش طبعی کا پہلو رکھا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''مزاح کبھی کبھار ہو تو یہ سنت ہے لیکن اس کو عادت ہی بنا لینا یہ ٹھیک نہیں۔'' (احیاء علوم الدین)

وجہ یہی ہے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے اور انسان کی شخصیت دوسروں کی نظر سے اپنا وقار کھو دیتی ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ زیادہ مزاح سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ مزاح وہی اچھا ہوتا ہے جو ایک حد تک ہو۔

اسی طرح یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مزاح میں دوسرے انسان کی دل شکنی نہ ہو اور نہ قہقہہ۔ ہاں تبسم اور مسکراہٹ سنت بھی ہے اور راحت بھی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل کر رہتے۔ یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے کہتے: ''ابو عمیر! بلبل کو کیا ہوا؟ ابو عمیر کی ایک بلبل تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا اور وہ مر گئی تھی۔'' (بخاری و مسلم)

رسول اکرم ﷺ نے ابوعمیر رضی اللہ عنہ سے اس لیے کہا کہ جب ابوعمیر کی بلبل مرگئی تو وہ غمزدہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا غم دور کرنے کی خاطر ان سے خوش طبعی کرتے ہوئے ایسا کہا تا کہ ان کا غم دور ہو جائے، معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ اس قسم کی خوش طبعی کرنا درست ہے۔ (تنقیح الرواہ: ۲/۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی جس کا نام ظاہر بن حرام تھا، وہ نبی ﷺ کے لیے تحائف لاتا تھا اور جب وہ شخص (واپس) جانے کا ارادہ کرتا تو رسول اللہ ﷺ اسے (شہری سامان ضرورت کے مطابق) دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں کچھ شک نہیں کہ ''ظاہر'' جنگل میں ہمارا کارندہ ہے اور ہم شہر میں اس کے کارندے ہیں۔ نبی ﷺ اس سے محبت فرماتے تھے، اگرچہ وہ بد صورت تھا۔ ایک دفعہ نبی ﷺ تشریف لائے جبکہ وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس کو پیچھے سے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا مگر اس نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ اس نے پکارا مجھے چھوڑو! کون ہے''؟ اس نے آپ ﷺ کی طرف مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ کو پہچان لیا۔ چنانچہ وہ پورا زور لگانے لگا کہ اپنی کمر کو نبی ﷺ کے سینے کے ساتھ ملائے رکھے۔ نبی ﷺ پکارنے لگے: ''اس غلام کو کون خریدے گا؟'' اس نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو بہت کم قیمت ملے گی۔ نبی ﷺ نے جواب دیا'' البتہ اللہ کے ہاں تو بے قیمت نہیں ہے۔'' (شرح السنہ)

عوف بن مالک الشجعی بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''اندر آجاؤ۔'' میں نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں سارے کا سارا

آ جاؤں''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام کا تمام۔'' چنانچہ میں اندر آ گیا۔ عثمان بن ابی العاتکہ نے بیان کیا کہ اس شخص نے خیمے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ میں سارے کا سارا داخل ہو جاؤں۔ (ابوداؤد)

یہ چند وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جو صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے اپنے کتاب کے باب المزاح میں نقل کی ہیں، علاوہ ازیں اس سلسلے میں پیارے نبی ﷺ سے بہت سے واقعات نقل ہیں۔

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک لکڑی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکی، جو آپ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر لگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چوٹ محسوس کی اور زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا: ''اللہ کے رسول ﷺ! کیا بدلہ لینا جائز ہے۔'' آپ ﷺ جان گئے کہ آپ رضی اللہ عنہا بدلہ لینے کے موڈ میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جائز تو ہے مگر اتفاقی حادثہ پر نہیں'' اس کے بعد سیدنا محمد ﷺ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کافی دیر تک مسکراتے رہے۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے'' نبی کریم ﷺ نے سوال سن کر فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت ہرگز جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ سن کر بوڑھی عورت سخت ناراض ہوگئی، جب چلنے لگی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایمان (بوڑھی، بوڑھا) والوں کو جوان بنا کر جنت میں داخل کرے گا اس پر وہ خاتون خوش ہوگئی تو آپ ﷺ بھی مسکرا دیے۔

نسائی تحفۃ الاشراف المواہب الدینہ میں منقول ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میں اور سودہ بنت زمعہ اور رسولِ اقدس ﷺ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کھانے کے لیے حریرہ تیار کیا ہوا تھا۔ سودہ سے کہا تم بھی کھاؤ، اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے ازراہِ مذاق کہا کھاؤ

گی یا تمھارے منہ پر مل دوں۔ وہ خاموش بیٹھی رہی اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ رسولِ اقدس ﷺ یہ منظر دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے پیالے سے تھوڑا سا حریرہ لیا اور اس کے منہ پر مل دیا۔ رسول اقدس ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے اور سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ تم بھی اس کے چہرے پر حریرہ مل کر اپنا بدلہ لو اس نے بھی نبی اکرم ﷺ کا حکم مان کر حریرہ میرے چہرے پر ملا۔ رسولِ اقدس ﷺ ہنسے اور فرمایا یہ رہا نہ بدلہ۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے ناراض ہو کر ذرا اونچی آواز میں بات کرنے لگیں۔ اتفاق سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آ گئے انھوں نے یہ گستاخی دیکھی تو اس قدر برہم ہوئے کہ بیٹی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھے تو اٹھ کر درمیان میں آ گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بچا لیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ طیش سے بھرے ہوئے واپس لوٹ گئے، نبی اکرم ﷺ نے مسکرا کر چھیڑنے کی غرض سے فرمایا: ''کیوں میں نے تم کو کیسا بچایا!'' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی زیرِ لب مسکرا دیں۔ (ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپس میں مزاح فرمایا کرتے تھے اور اپنی مجلسوں میں خوش طبعی کا ماحول پیدا کر لیتے تھے۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنی۔ سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا کے دونوں صاحبزادوں محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پائی۔ ایک دن دونوں صاحبزادوں نے ایک دوسرے سے باہم فخر سے کہا کہ ہم تم سے بہتر ہیں اس لیے کہ ہمارے باپ تمھارے باپ سے بہتر تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے جھگڑے کا فیصلہ کرو۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بولیں کہ تمام نوجوانوں پر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کو اور تمام بوڑھوں پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہے اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بولے پھر ہمارے لیے کیا رہا!!!! (اصابہ: ۹/۸)

حبان بن منقد رضی اللہ عنہ انصاری صحابی تھے اور ان کا پیشہ تجارت سے منسلک تھا۔ ایک دفعہ تجارت میں ان کے ساتھ دھوکہ ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا کہ ان کے ساتھ تجارت میں دھوکا ہوگیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ جب بھی تم تجارت کروتو سودا کرنے سے پہلے کہہ دو کہ دھوکا نہیں چلے گا۔ (بخاری)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بصرہ (ملک شام کا ایک شہر) تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا سویبط رضی اللہ عنہما بن حرملہ بدری صحابی بھی تھے۔ سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ کھانے کے سامان کے ذمہ دار تھے، سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''مجھے کچھ کھانا کھلا دو۔'' سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ گئے ہوئے ہیں۔ جب وہ آجائیں گے تو کھلا دوں گا۔ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں ہنسی اور مزاح بہت زیادہ تھا۔ وہاں قریب میں کچھ لوگ اپنے جانور لے کر آئے ہوئے تھے، سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ نے ان سے جا کر کہا میرا ایک چست و طاقتور عربی غلام ہے تم لوگ اسے خرید لو۔ ان لوگوں نے کہا بہت اچھا۔ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بس اتنی بات ہے کہ وہ ذرا باتونی ہے اور شاید! وہ یہ بھی کہے کہ میں آزاد ہوں اگر تم اس کے کہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دو گے تو پھر رہنے دو یہ سودا مت کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو انھوں نے کہا: ''نہیں ہم تو اسے خریدیں گے اور اسے نہیں چھوڑیں گے''۔ چنانچہ ان لوگوں نے دس جوان اونٹنیوں کے بدلے میں انھیں خرید لیا۔ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ دس اونٹنیاں ہانکتے ہوئے

آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے اور آ کر ان لوگوں سے کہا: ''یہ رہا تمھارا وہ غلام، اسے لے لو۔ جب یہ لوگ سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ کو پکڑنے لگے تو سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ غلط کہہ رہے ہیں، میں تو آزاد آدمی ہوں۔'' ان لوگوں نے کہا: ''انھوں نے تمھاری یہ بات پہلے ہی بتا دی تھی'' چنانچہ وہ لوگ سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آئے جب انھیں اس قصہ کا پتا چلا تو وہ اور ان کے ساتھی خریدنے والوں کے پاس گئے اور ساری بات بتا کر ان کی اونٹنیاں انھیں واپس کیں اور سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ کو واپس لے کر آئے۔ پھر مدینہ واپس آ کر ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس قصہ کو یاد کر کے ہنستے رہے (ان حضرات کے دل بالکل صاف ستھرے تھے اور سویبط رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں ہنسی مذاق بہت ہے اس لیے انھوں نے کچھ برا نہ منایا۔

(حیاۃ الصحابہ: ۲/۵۷۴، کنز العمال: ج ۳/۸۸۱۔ حدیث ۹۰۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تابعین اور سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ رہا ہے اور ان کے ہاں بھی ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے مثلاً:

ایک شخص نے امام ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں نصف درہم میں ایک گدھا کرایہ پر لیے تمھارے پاس آیا ہوں تاکہ فلاں فلاں حدیث کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں۔ (یعنی اس نے نصف درہم کو علم حدیث پر ترجیح دی لہٰذا) امام ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بقیہ نصف درہم میں پھر گدھا کرایہ پر لے کر واپس لوٹ جاؤ۔

(کتاب الاذکیاء از امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

غالب القطان کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابن سیرین کے پاس گیا اور پوچھا کہ



ہشام کی کوئی خبر ہے وہ بولے:

''تمھیں نہیں معلوم ...... ان کا تو گزشتہ رات انتقال ہوگیا!! میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا تو اس پر ابن سیرین ہنس دیے۔''

غالب القطان کہتے ہیں ''تب مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے وفات سے مراد رات کو سونا لیا ہے۔ (شرح السنہ:۶/۶۵۰)

آپ دیکھئے ابن سیرین جہاں یوں مزاح کرنے والے تھے۔ وہاں ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ وہ رات کو عبادت میں بہت روتے تھے۔لیکن دن کو دوسروں کی راحت کے لیے مزاح کر لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ بڑی گھٹی گھٹی زندگی گزارتے ہیں۔ ذرا سا مزاح بھی ان کی زندگی میں اشتعال پیدا کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے سنجیدہ رہتے ہیں کہ ان کے ساتھ سالوں رہنے والے بھی کبھی ان کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھ پاتے۔

ایسے لوگ سنجیدہ طبع ہوتے ہیں۔ لہٰذا مزاح میں بھی یہ خیال پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس آدمی سے مزاح کر رہے ہیں وہ کیسی طبیعت کا مالک ہے۔ کبھی کبھار تو ایسے حالات میں مزاح سے لڑائی تک نوبت جا پہنچتی ہے اس حالات میں مزاح کی ممانعت ہے اور بہت سے ائمہ نے اسی وجہ سے مزاح کی مذمت میں اقوال لکھے ہیں۔

سعید بن العاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ:

''شریف آدمی سے مزاح نہ کر کہ وہ تجھ سے دشمنی کر لے گا اور کمینے سے مذاق نہ کر کہ وہ تجھ پر جرأت کرنے لگے گا۔''

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ سے ڈرو اور مذاق سے کوسوں دور رہو کیونکہ وہ کینہ کا باعث ہے اور اس کا انجام برا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم کو معلوم ہے کہ مزاح کا نام مزاح کیوں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ''نہیں'' فرمایا: ''مزاح مشتق ہے زیح سے جس کے معنی دوری کے ہیں اس سے معلوم ہوا مزاح حق سے دور کرتا ہے اور ہر شے کا ایک بیج ہے اور عداوت کا بیج مزاح ہے۔''

اور بعض اکابرین کا قول ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہو جاتی ہے، دوست الگ ہو جاتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں ان اقوال کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

اب معلوم کرنا چاہیے کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح میں حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور تھا تو اس طرح کے مزاح میں کچھ مضائقہ نہیں۔

(مذاق العارفین: ۳/۱۸۱)

ترمذی شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے مذاق کرو اور نہ ایسا وعدہ کرو جس کو پورا نہ کر سکو۔''

کچھ لوگ یہ حدیث بیان کر کے کہتے ہیں کہ انسان کے لیے ہنسی مزاح ٹھیک نہیں۔

اس سوال کا جواب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے کہ وہ مذاق جو حد سے بڑھ جائے اور وہ انسان جو ہر وقت مذاق کو اپنی عادت ہی ٹھہرا لے اور زندگی کے مقصد سے عاری ہو جائے اگر یہ مذاق اس کے دل کی سختی کا سبب ہو تو یہ مذاق ٹھیک نہیں۔ لیکن اس کے سوا جو مزاح ہو بالخصوص جس



میں یہ نیت ہو کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کو خوش کرنا چاہتا ہو تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت رسول ﷺ ہے۔ (دیکھئے مرقاۃ: ۹/۱۷۱)

سیدنا عبداللہ ابن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت ''مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ مِزَاحًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ '' میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

آپ کا مزاح بھی حقائق پر مبنی ہوتا تھا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے مزاح بھی فرما لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنِّیْ لَآ اَقُوْلُ اِلَّاحَقًّا'' ہاں مگر میں غلط بات نہیں کہتا ہوں۔'' (مشکوۃ: ۴۱۶، شمائل، ترمذی: ص۱۶)

دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو اور خوش کن نکتے بھی سوچا کرو کیوں کہ جسم کی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔ (حوالہ بالا، آداب زندگی ص ۲۴۴، المرتضیٰ: ص ۲۸۸)

اس ساری بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مزاح انسانی مزاج ہے اور اسلام اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ظرافت میں اعتدال و میانہ روی ہونی چاہیے۔



مسکراہٹیں

سیدنا ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی اونٹنی مسجد سے باہر بٹھا کر اندر چلا گیا۔ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ جنھیں ''النعیمان'' کہا جاتا تھا ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''ہمارا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو اور ہمیں اس کا گوشت کھانے کو مل جائے تو بہت مزہ آئے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں اونٹنی کی قیمت اس کے مالک کو دے دیں گے۔'' چنانچہ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا پھر وہ دیہاتی باہر آیا اور اپنی اونٹنی کو دیکھ کر چیخ پڑا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہائے ان لوگوں نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نعیمان رضی اللہ عنہ نے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعیمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑے اور اس کا پتہ کرتے کرتے آخر سیدہ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ گئے۔ سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ گھر کے اندر ایک گڑھے میں چھپے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال رکھے تھے، چنانچہ ایک آدمی نے اونچی آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن انگلی سے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں سیدنا نعیمان رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جا کر انھیں باہر نکالا تو پتوں وغیرہ کی وجہ سے ان کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جن لوگوں

نے اب آپ کو میرا پتا بتایا ہے انھوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ اس اونٹنی کو ذبح کر دو نبی اکرم ﷺ مسکرانے لگے اور ان کا چہرہ صاف کرنے لگے اور پھر نبی اکرم ﷺ نے اس دیہاتی کو اس اونٹنی کی قیمت ادا کی۔

(حیاۃ الصحابہ ص ٥٧٤ ج ٢)



ایک شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاجب کے پاس آیا اور اس سے کہا: ''معاویہ کو اطلاع کر دو کہ آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ پر ہے۔'' معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا: اچھا بلا لو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے؟ اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو ایک درہم دے دو۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے، آپ ایک درہم دے رہے ہیں! معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں دینے بیٹھوں گا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے گھر کی در و دیوار پر اسلام کا پرتو فگن دیکھا چھوٹی عمر میں ہی دین سے بہت لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ اسلام اور مسجد سے بے حد محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ با

جماعت نماز پڑھتے اور منبر کے پاس بیٹھ کر آپ ﷺ کے ارشادات سنتے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے نبی ﷺ بھی ان سے بہت شفقت فرماتے۔ ایک مرتبہ طائف سے انگور آئے تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی محبت سے ان کو بلا کر انگوروں کے دو خوشے عطا فرمائے اور فرمایا: بیٹا یہ ایک تمھارا ہے اور ایک تمھاری والدہ کا گھر جا کر والدہ کو یہ دے دینا۔ نبی اکرم ﷺ کے یہ ننھے صحابی آپ ﷺ کا تحفہ لے کر چلے تو اپنا حصہ راستہ ہی میں کھا لیا اور اپنی والدہ کا حصہ بھی سر راہ میں ہی ہضم کر گئے۔ کچھ دن بعد رحمت عالم ﷺ نے پوچھا کہ بیٹا: انگوروں کا خوشہ اپنی والدہ کو دے دیا تھا۔انھوں نے سچ سچ کہہ دیا: اللہ کے رسول ﷺ نہیں، انگور بڑے مزیدار تھے وہ سارے تو میں خود ہی میں کھا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکراتے ہوئے بڑی شفقت سے ان کا کان پکڑا اور فرمایا: غدار (بڑے مکار ہو) اپنی والدہ کا حصہ بھی چٹ کر گئے ہو۔ ارباب سیر نے لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی عمر ۸ سال ۷ ماہ کے قریب تھی۔ (رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں)



زید ابن اسلم رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کو میرا شوہر بلاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "ان کی آنکھیں تو اچھی ہیں ان میں سفیدی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے قسم کھائی کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو، یعنی حدقہ چشم (آنکھ کا حلقہ) ہر انسان کا سیاہی اور سفیدی دونوں رکھتا ہے۔

(مذاق العارفین ص ۱۸۱ ج ۳)



فتح مکہ اور غزوہ حنین کی کامیابی کے بعد جب مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو مسلمانوں کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کل انشاء اللہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلیں گے۔'' آپ ﷺ کا ارشاد لوگوں پر گراں گزرا۔ انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ کیا فتح کیے بغیر ہی واپس لوٹ چلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو کل لڑو چنانچہ دوسرے دن مسلمان پھر لڑے تو فتح کی بجائے الٹے بہت زخمی ہوئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: کل انشاء اللہ محاصرہ ختم کر کے واپس چلے جائیں گے۔'' اس دفعہ لوگوں نے واپس لوٹنا بخوشی قبول کر لیا اور عرض کیا ٹھیک ہے جو آپ ﷺ کا ارشاد ہو۔ صحابہ کے اس جواب پر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے کہ اب مار کھا کر بات مانی۔ (بخاری)



حدیث شریف کی بہت ساری کتابوں میں سیدہ ام سلیم کے بیٹے عمیر کا ایک دلچسپ واقعہ بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ ان کے ایک بیٹے ابو عمیر جو سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی صلب سے تھے۔ نبی ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ نبی ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ابو عمیر سے بہت محبت کرتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو بچے کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ سیدہ ام سلیم سے پوچھا: کیا بات ہے۔ عمیر کا چہرہ اداس ہے انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! ابو عمیر کی چڑیا (نغیر) جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا، وہ مرگئی ہے جس کی وجہ سے یہ غمزدہ ہے نبی ﷺ نے شفقت سے ابو عمیر کو اپنے پاس بلایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابو عمیر تمھاری چڑیا کو کیا ہوا؟ رحمت عالم ﷺ کا سوال سنتے ہی ابو عمیر ہنس پڑے اور عرض کیا حضور ﷺ وہ تو مرگئی۔



سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہو گیا۔ وہ اس قدر بدحواس ہو گئیں کہ بیٹے کو غسل دینے والے سے کہنے لگیں: ''میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا ورنہ یہ مر جائے گا۔'' نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور ان کو طویل عمر کی دعا دی۔ چنانچہ انھوں نے تمام عورتوں سے زیادہ عمر پائی۔ (نسائی)



سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص سے بھی خوب واقف ہوں جو سب سے پہلے جہنم میں سے نکالا جائے گا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک انسان کو دربار خدا میں پیش کیا جائے گا۔ (اور) اس کے لیے حکم ہوگا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور بڑے گناہوں کو پوشیدہ رکھا جائے۔ چنانچہ جب اس پر چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے (اور کہا جائے گا کہ تم نے) فلاں دن فلاں گناہ کیے تھے۔ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں کیے تھے۔ (اس لیے کہ انکار کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوگی) اور دل میں انتہائی پریشان ہوگا کہ ابھی تو چھوٹے گناہوں کا نمبر ہے، پتہ نہیں بڑے گناہوں پر کیا بنے گا؟ (ابھی یہ اسی سوچ میں مستغرق ہوگا کہ) حکم الٰہی ہوگا اس شخص کو ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص حکم سنتے ہی فوراً ہی بول اٹھے گا کہ میرے تو ابھی بہت گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ (میں نے تو فلاں فلاں گناہ بھی کیے ہیں) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس شخص کی یہ بات نقل

کرتے ہوئے اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

(شمائل ترمذی، باب الضحاک)



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو دوزخ میں سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل کیا جائے گا۔ ایسا شخص وہ ہوگا جو چلے گا، لیکن اپنے گناہوں کی وجہ سے اوندھا گر پڑے گا اور جہنم کی آگ اس کو جلائے گی۔ جب وہ شخص دوزخ سے باہر ہو جائے گا تو پیٹھ موڑ کر اس کو دیکھے گا اور کہے گا بڑی بابرکت ہے وہ ذات! جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی چیز عطا کی ہے جو بعد والوں میں سے کسی کو نہیں دی۔ اتنے میں اس کو ایک درخت دکھائی دے گا جسے دیکھ کر وہ کہے گا: یا اللہ! مجھے اس کے قریب کر دے تا کہ اس درخت کے سائے میں رہوں اور اس کا پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے اگر میں تیرا یہ سوال پورا کر دوں تو تو اور سوال تو نہ کرے گا......؟ وہ کہے گا: نہیں! اے میرے رب! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اب اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا۔ اس لیے کہ وہ ایسی نعمت کا مشاہدہ کر چکا ہے کہ جس پر اس کو صبر نہیں ہوسکتا۔ (انسان بے صبرا ہے) وہ جب تکلیف میں مبتلا ہو اور عیش کی چیز دیکھے تو بے اختیار اس کی خواہش کرتا ہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ اس کو درخت کے نزدیک کر دے گا۔ وہ اس کے سائے میں رہے گا اور اس کا پانی پیئے گا، اتنے میں اس کو پھر ایک درخت دکھائی دے گا جو اس سے بھی اچھا ہوگا۔ پھر عرض کرے گا: ”اے میرے پروردگار! مجھ کو اس درخت کے قریب پہنچا دے تا کہ میں اس کا پانی پیوں اس کے بعد اور کوئی سوال نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ اب سوال نہ

کروں گا۔ اور اگر اب میں تجھے اس درخت تک پہنچا دوں تو تو پھر کوئی اور سوال تو نہ کرے گا؟ وہ کہے گا کہ نہیں! اے میرے مالک! میں اور سوال نہ کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ پھر اس کو ایک اور درخت دکھائی دے گا جو جنت کے دروازے پر ہوگا اور پہلے کے دونوں درختوں سے بہتر ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے پاس پہنچا دے تاکہ میں اس کے سایہ تلے رہوں اور اس کا پانی پیوں، اب میں کچھ اور سوال نہ کروں گا۔ (اللہ تعالیٰ اس کو معذور رکھے گا اس لیے کہ وہ ایسی نعمتوں کو دیکھ رہا ہے جن پر صبر نہیں کر سکتا) آخر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ جب وہ اس درخت کے پاس پہنچ جائے گا تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور کہے گا۔ اے میرے رب! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! تیرے سوال کو کیا چیز پورا کرے گی؟ یعنی تیری خواہش کب موقوف ہوگی اور یہ بار بار سوال کرنا کب بند ہوگا؟ بھلا تو اس پر راضی ہے کہ میں تجھے ساری دنیا کے برابر دوں اور اتنا ہی اور دوں؟ وہ بندہ کہے گا: اے میرے پروردگار! آپ مجھ سے مذاق اور ہنسی کرتے ہیں، باوجود اس کے آپ سارے جہاں کے مالک اور شہنشاہ ہیں۔ (یہ واقعہ بیان کر کے) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا: اچھا فرمایئے بے محل کیوں ہنس پڑے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح اس حدیث کے بیان کرتے وقت ہنس پڑے تھے۔ اس وقت لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنس پڑے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین کو اسی طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ جب بندہ یہ کہے گا' آپ سارے جہان کے پروردگار ہوتے ہوئے بھی مذاق فرماتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ فرمائے گا: میں مذاق نہیں کرتا، میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرسکتا ہوں یعنی دنیا اور دنیا کے برابر دینا میرے نزدیک کوئی مشکل بات نہیں صرف کن کہہ دینے سے لاکھوں دنیا پیدا کرسکتا ہوں۔ (مسلم)



ایک روز نبی ﷺ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ سے ایک آدمی نے کھیتی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، پروردگار نے پوچھا: کیا تمھاری چاہت پوری نہیں ہوئی ہے، اس نے عرض کی پوری تو ہوئی ہے مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے بوتے ہی فصل فوراً تیار ہو جائے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خواہش اس طرح پوری کی گئی کہ) ادھر اس نے بویا اور وہ فوراً اگ پڑا اور کاٹنے کے قابل ہوگیا۔ (اسی محفل میں ایک بدو بیٹھا ہوا تھا، اس نے بڑی معصومیت سے)عرض کیا کہ یہ شرف تو صرف قریشی یا انصاری کو ہی نصیب ہوگا جو زراعت پیشہ ہیں، لیکن ہم لوگ تو کاشت کار نہیں ہیں، رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر بے ساختہ مسکرا پڑے۔

(صحیح بخاری ج۲)



ایک دفعہ بطور مزاح رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب سے پوچھا بتاؤ تمھارے ماموں کی بہن تمھاری کیا لگی؟ وہ صاحب سر جھکا کر سوچنے لگے اللہ کے رسول ﷺ نے مسکرا کر فرمایا ہوش کرو کیا تجھے اپنی ماں بھول گئی وہی تو تیرے ماموں کی بہن ہے۔

(رسول اللہ ﷺ کی مسکراھتیں)



ایک دن رسول اللہ ﷺ چند جانثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے کسی نے کچھ کھجوریں تحفہ بھیجیں نبی ﷺ نے حکم فرمادیا کھاؤ اور خود بھی کھانے لگے اس محفل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے جوان سب سے کم عمر تھے نبی ﷺ نے کھجوریں کھا کر گٹھلیاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھنا شروع کر دیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا جب کھانے سے فارغ ہوگئے تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا بتاؤ سب سے زیادہ کھجوریں کس نے کھائی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ جس کے آگے زیادہ گٹھلیاں ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بڑے ذہین ثابت ہوئے فوراً بولے نہیں جنھوں نے گٹھلیاں تک نہیں چھوڑیں وہ سب سے زیادہ کھا گئے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر سب ہنس پڑے۔

(رسول اللہ ﷺ کی مسکراهٹیں)



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی میں اس وقت نو عمر تھی میرے جسم پر گوشت بھی کم تھا اور میرا بدن بھاری نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا آپ لوگ آگے چلے جائیں چنانچہ سب چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ کا مقابلہ کروں۔ چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا میں نبی اکرم ﷺ سے آگے نکل گئی اور آپ ﷺ خاموش رہے پھر میرے جسم پر گوشت زیادہ ہوگیا اور میرا بدن بھاری ہوگیا اور میں پہلے قصہ کو بھول گئی پھر میں آپ کے ساتھ سفر میں گئی۔ آپ نے لوگوں سے کہا آگے چلے جاؤ لوگ آگے چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا نبی اکرم ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا یہ پہلی دوڑ کے بدلے میں ہے۔ (اب معاملہ برابر ہوگیا)

(ابو داوٗد، ج ۱ ص ۳٤۸ باب فی السبق علی الرجل کتاب الجهاد)



سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چمڑے کے ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف فرما تھے، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''اندر آجاؤ۔'' میں نے عرض کیا: ''اکلی یا رسول اللہ '' کیا سارا ہی اندر آجاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کلک'' سارے ہی آجاؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا، سیدنا ولید بن عثمان بن ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ ''کیا میں سارا ہی اندر آجاؤں؟ یہ خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔

(ابو داوٗد ص۳۲٦، ج ۲ باب ماجاء فی المزاح)



حبان بن منقد انصاری رضی اللہ عنہ صحابی تھے، اور ان کا پیشہ تجارت سے منسلک تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ تجارت میں ان کے ساتھ دھوکہ ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا کہ ان کے ساتھ تجارت میں دھوکا ہوگیا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا آئندہ جب بھی تم تجارت کرو تو سودا کرنے سے پہلے کہہ دو کہ دھوکہ نہیں چلے گا۔ (بخاری)



ایک روایت میں ہے کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقے میں رونق افروز تھے، ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ

ﷺ! میرے بت نے تو مجھ کو بڑا نفع دیا (صحابہ کرام حیران و پریشان ہو گئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیسی بات کر رہا ہے، بھلا بت بھی کسی کو نفع دے سکتا ہے) یا رسول اللہ ﷺ! میں زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ سفر پر روانہ ہوا، میں نے ستوؤں کا بت بنایا، راستہ میں کھانا ختم ہو گیا، میرے پاس کچھ بھی نہ تھا، میں نے اپنے بت کو توڑ کر کھا لیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے بت نے مجھے بڑا ہی نفع دیا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اور نبی اکرم ﷺ بھی مسکرانے لگے۔

(علمی مزاح ، از پروفیسر منور حسین چیمہ)



سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابراہیم بن رباح موصلی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا، آپ کو قاضی کے سامنے لایا گیا، آپ نے فرمایا یہ اپنے دعویٰ کی سچائی پر حلف کر لے اور لے لے، اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا۔ واللہ الذی لا الہ الا ھو "یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" آپ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو، واللہ، واللہ، واللہ، جس مال کا دعویٰ کرتا ہوں وہ حسین کے ذمہ واجب ہے اس شخص نے حلف کر لیا، ذرا کھڑا ہوا ہی تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مر کر جا پڑا آپ سے پوچھا گیا (کہ آپ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے) آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تحمید بیان کر رہا ہے اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہو جائے گا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ، کتاب الاذکیا)



سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کا نکاح یکے بعد دیگرے تین ایسے عظیم المرتبت

ہستیوں سے ہوا جو قصرِ اسلام کے عظیم الشان ستون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ بن طالب سے ہوا جن کے صلب سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ عبداللہ، عون اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ...... سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت (جنگ مؤتہ ۸ھ) کے چھ ماہ بعد دوسرا نکاح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے طے پایا جن کے صلب سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات (۱۳ھ) کے بعد سیدنا اسماء رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔

اس وقت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی عمر تقریباً تین برس کی تھی، وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ آئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ پرورش پائی۔

ایک روز عجیب لطیفہ ہوا، محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اس بات پر جھگڑ پڑے کہ دونوں میں سے کس کے ابا جان افضل تھے اور کون زیادہ معزز ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دونوں بچوں کی دلچسپ بحث سنی تو سیدنا اسماء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم اس جھگڑے کا فیصلہ کر دو۔''

سیدنا اسماء رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں نے عرب کے نوجوانوں میں جعفر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق کا حامل کسی کو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اچھا کسی کو نہیں دیکھا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

''تم نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔''

(تذکارِ صحابیات ص: ۲۳۷۔ مؤلف: طالب الهاشمی)





مامون الرشید ایک مرتبہ اپنے ایک مصاحب عبداللہ بن طاہر سے ناراض ہوگیا اور ایک خفیہ مجلس میں کچھ لوگوں سے اسے قتل کرانے کا منصوبہ بنایا، اتفاق سے اس مجلس میں عبداللہ بن طاہر کا ایک خیر خواہ دوست موجود تھا، اس نے فوراً عبداللہ کے نام ایک رقعہ لکھا جس پر صرف عبارت تحریر تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، یَا مُوْسٰی

یہ رقعہ جب عبداللہ بن طاہر کے پاس پہنچا تو وہ حیران ہوا، دیر تک اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کنیز برابر میں کھڑی تھی، جب کافی دیر گزر گئی تو بولی:

''اس کا مطلب میری سمجھ میں آ گیا۔''

عبداللہ نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

کنیز نے کہا: ''لکھنے والے نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ:

یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ

''اے موسیٰ! سردار تمھیں قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں، اس لیے یہاں سے نکل جاؤ میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔''

عبداللہ اس وقت مامون کے دربار میں جانے کا ارادہ کر رہا تھا، مگر اب اس نے ارادہ منسوخ کر دیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

(حیاۃ الحیوان ص / ۱۲۶ جلد اول)





سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہو جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وجہ سے سجدہ لمبا فرما دیتے، بعد میں لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ نے بڑا لمبا سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے میرے بیٹے نے مجھے سواری بنا لیا تھا اس لیے مجھے جلدی اٹھنا اچھا نہیں لگتا۔ (حیاۃ الصحابہ)



سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا قصہ تم کو سناتی ہوں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھا رکھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کے پیچھے لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا: ''اری ٹھہر جا اے بنت حیی ٹھہر جا'' (یہ کوئی سونے کا وقت ہے) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام صہباء پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ مجھے تمھاری قوم (یہود خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انھوں نے میرے بارے میں یہ کہا تھا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کی بری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے)۔ (حیاۃ الصحابہ)



حنبش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور دونوں نے اس کے پاس ایک سو دینار امانت رکھوائے اور دونوں نے یہ کہا کہ یہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا جب تک ہم میں دوسرا بھی ساتھ نہ ہو، ایک سال گزر جانے کے بعد ان میں کا ایک شخص آیا اور اس عورت سے کہا کہ میرے

ساتھی کا انتقال ہوگیا، وہ دینار واپس دے دیجیے اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا جب تک دوسرا ساتھی نہ ہو، اس لیے تجھے تنہا کو نہ دوں گی، اب اس شخص نے اس عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو تنگ کر دیا اور وہ اس عورت سے کہا سنی کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے دینار اس کو دے دیے، اب ایک سال گزرا تھا کہ دوسرا شخص آلیا اور اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا، عورت نے کہا کہ تیرے ساتھی نے میرے پاس آ کر یہ بیان کیا کہ تو مر چکا ہے، وہ سب دینار مجھ سے لے گیا، اب یہ دونوں یہ مقدمہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے، آپ نے اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ خود فیصلہ نہ کریں اور ہم کو علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں کو بھیج دیا گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فوراً پہچان لیا کہ دونوں نے مل کر اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے، آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا، جب تک دوسرا ساتھی موجود نہ ہو، اس نے کہا بے شک کہا تھا، فرمایا کہ تمھارا مال ہمارے پاس ہے، جاؤ دوسرے ساتھی کو لے آؤ تا کہ دے دیا جائے۔

(کتاب الاذکیا، از امام ابن جوزی رحمہ اللہ)



ایک مرتبہ صحابہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تباہ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا؟ بولے: میں روزہ کی حالت میں بیوی کے قریب گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک غلام آزاد کرو، کفارہ ادا ہو جائے گا، انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو غریب آدمی ہوں، غلام کہاں سے لاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ماہ کے مسلسل روزہ رکھ کر اس مصیبت کو

دور کر۔ اس نے کہا: روزے کی حالت میں پکڑا گیا ہوں، ساٹھ روزے مسلسل کس طرح پورے کر سکوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اتنی مالی استطاعت بھی نہیں رکھتا، اسی اثناء میں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس کھجوروں کی ایک ٹوکری لے کر آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لے جاؤ اور غریبوں میں تقسیم کر دو۔ تمھارا کفارہ ادا ہو جائے گا، یہ سن کر وہ صحابی بولے: یا رسول اللہ ﷺ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے، مجھ سے بڑھ کر پورے مدینہ میں کوئی غریب آدمی ہی نہیں نبی اکرم ﷺ یہ سن کر بے ساختہ ہنس پڑے اور فرمایا: اچھا تم خود ہی کھا لو، کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری: ص ۸۰۸)



رسول اللہ ﷺ نکاح کے بعد جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گھر لائے تو ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نبی ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو میرے ساتھ کس قدر محبت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا مجھ کو تم سے اس قدر مضبوط اور گہری محبت ہے جس طرح رسی کی گرہ پختہ اور مضبوط ہوتی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد میں کبھی کبھی پوچھ لیا کرتی اللہ کے رسول ﷺ آپ کی محبت کی گرہ کس حال میں ہے، رسول اللہ ﷺ مسکرا کر فرماتے بہت اچھے حال میں ہے اس میں کوئی کمزوری نہیں آئی۔ (رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں)



قبیلہ بنو سراہ کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ مجھے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتایئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا کیا تم قرآن کی یہ آیت انك لعلیٰ خلق عظیم نہیں پڑھتے ہو (تو نبی اکرم کے اخلاق حسنہ کا قصہ سنو) ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تیار کر رہی تھیں، لیکن انھوں نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، مجھے پتہ چلا کہ وہ کھانا بھیج رہی تھیں تو میں نے باندی سے کہا جاؤ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ الٹ دو، چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے سامنے پیالہ رکھا تو باندی نے پیالہ الٹ دیا، جس سے کھانا ادھر ادھر بکھر گیا اور پیالہ ٹوٹ گیا، نبی اکرم ﷺ نے ٹکڑے جمع کیے اور جو کھانا زمین پر بکھر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اسی کھانے کو آپ ﷺ نے نوش فرمایا پھر میں نے اپنا پیالہ بھیجا، نبی اکرم ﷺ نے وہ سارا پیالہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور فرمایا اپنے برتن کی جگہ یہ برتن لے لو اور اس میں جو کھانا ہے وہ کھالو، اس واقعہ سے میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پر کچھ بھی ناگواری محسوس نہ کی۔ (حیاۃ الصحابہ)



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں ایک پردہ لٹکا ہوا کرتا تھا جس کے اندر کھلونے رکھے ہوئے تھے، پھر تیز ہوا چلی اور پردے کا ایک حصہ کھل گیا تو آپ ﷺ نے سب کچھ دیکھ لیا اور فرمایا اے عائشہ یہ کیا ہے، فرمایا یہ میرے کھلونے ہیں جن سے میں کھیلتی ہوں۔ کھلونوں کے بیچ میں ایک گھوڑا تھا، اس کے دو پر تھے جو کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا یہ گھوڑے کے پر ہیں تو آپ ﷺ نے مذاق سے فرمایا

کہ کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں تو انھوں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ایک گھوڑا تھا جس کے دو پر تھے۔ آپ یہ جواب سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کے دانت بھی دیکھ لیے۔

(مشکوٰۃ، ص ۲۸۰)



ایک دن رسول اللہ ﷺ غسل فرما رہے تھے جب آپ نہا دھو کر اٹھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے آتے ہی نبی اکرم ﷺ کے گیلے جسم پر محبت سے جو کا آٹا مل دیا اور منہ پر کپڑا رکھ کر ہنسنے لگیں آپ ﷺ نے پوچھا عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے، محترمہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہنستے ہوئے بولیں، اللہ کی نبی ﷺ آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ جو کا آٹا ملنے سے جسم صاف ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب سن کر مسکرانے لگے اور دوبارہ غسل فرما کر جسم صاف کر لیا۔ (رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں)



ایک دن رحمت عالم ﷺ اپنے ایک انصاری جانثار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے ہادی برحق کا معمول تھا کہ بغیر اجازت آپ ﷺ کسی کے گھر داخل نہ ہوتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے دروازے پر کھڑے ہو کر گھر والوں کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا سلام سن کر آہستہ سے جواب دیا وعلیکم السلام یہ آواز آپ ﷺ کی سماعت تک نہ پہنچی رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا السلام وعلیکم و رحمۃ اللہ اس دفعہ بھی سعد رضی اللہ عنہ نے آہستہ آواز میں جواب دیا وعلیکم والسلام و رحمۃ اللہ یہ آواز بھی جناب کے کان مبارک تک نہ پہنچ سکی پھر آپ ﷺ نے تیسری دفعہ بلند آواز سے کہا السلام علیکم و رحمۃ اللہ

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ اس بار بھی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے آواز کو پست رکھا جناب نے خیال فرمایا کہ شاید سعد رضی اللہ عنہ گھر پر نہیں یا کسی وجہ سے مجھے اجازت دینے میں کوئی امر مانع ہے، جناب کا معمول تھا کہ اگر تین دفعہ پکارنے پر بھی صاحب خانہ اجازت نہ دیتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آتے ابھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مڑتے ہی تھے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ جلدی سے مکان سے باہر نکلے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں اور باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں تشریف لائیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سن رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب بھی آہستہ سے دے رہا تھا، غرض یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ ہم پر سلام کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانثار کا یہ جذبہ دیکھ کر مسکرا دیے اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراھٹیں)



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ سیدنا عمر کے پاس کپڑوں کے کچھ جوڑے یمن سے آئے جن کو آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا چاہا، ان میں ایک جوڑا خراب تھا، آپ نے سوچا اسے کیا کروں، یہ جس کو دوں گا وہ اس کے عیب دیکھ کر لینے سے انکار کر دے گا، آپ نے اس کو لیا اور تہ کر کے اپنی نشست گاہ کے نیچے رکھ لیا اور اس کا تھوڑا سا پلہ باہر نکال دیا دوسرے جوڑوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اب زبیر بن العوام آئے اور آپ تقسیم میں لگے ہوئے اور اس جوڑے کو دبائے ہوئے تھے انھوں نے اس جوڑے کو گھورنا شروع کر دیا، پھر بولے یہ جوڑا کیسا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس کو چھوڑو۔ وہ پھر بولے یہ کیا ہے یہ کیا ہے اس میں کیا وصف ہے، آپ



نے فرمایا تم اس کا خیال چھوڑو، اب انھوں نے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے دو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسے پسند نہیں کرو گے، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے پسند کرلیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پختہ اقرار کرالیا اور یہ شرط کر لی کہ اسے قبول کرنا ہوگا اور پھر واپسی نہ ہو سکے گی، تو نیچے سے نکال کر ان پر ڈال دیا، جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو لے کر دیکھا تو وہ ردی نکلا تو کہنے لگے میں تو اس کو لینا نہیں چاہتا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس بس! اب ہم آپ کے حصہ سے فارغ ہو چکے، اس کو ان ہی کے حصہ میں لگایا اور واپس لینے سے انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ یہ فروخت کرنے کا معاملہ نہ تھا، اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب ہو تو خریدار پر اس کو واضح کر دیا جائے۔ یہ تو مفت تقسیم کا معاملہ تھا)



سیدنا انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، آپ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے (یعنی خوب توجہ سے سنتے تھے) ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں از راہ خوش طبعی یوں پکارا، یَاذَالْاُذُنَیْنِ (اے دو کانوں والے)۔

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم: ص ۴۳۱ بحوالہ ابو داؤد)



سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا رہتا ہے، آپ نے فرمایا جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دے، اس شخص نے جا کر اپنا سامان نکالنا شروع کر دیا، تو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے کہا میرا ایک پڑوسی مجھے تکلیف دیتا رہتا ہے، میں نے اس کی شکایت رسول

اللہ ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا تھا کہ جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دے، اب لوگوں نے سن کر اس ظالم پر لعنت بھیجنا اور بددعائیں کرنا شروع کر دیا۔ اس کی اطلاع اس کو بھی ہوگئی وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اپنے گھر چل واللہ اب میں کبھی تجھے نہیں ستاؤں گا۔ (کتاب الاذکیا، از امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



سیدنا ابن وائل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا تو انھوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور جو کا نمکین دلیا پیش کیا، میرے دوست نے کہا کہ اگر اس دلیا کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو یہ اور زیادہ لذیذ ہوتا، یہ سن کر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور اپنا لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خرید لائے، جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے دوست نے کہا، اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنی روزی پر قانع بنایا (یعنی ہم کو قناعت عطا کی) یہ سن کر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس روزی (یعنی جو دلیا تمھارے سامنے پیش کیا) پر قانع ہوتے تو میرا لوٹا گروی نہ ہوتا۔ (پودینہ لانے کی وجہ سے مجھے اپنا لوٹا گروی رکھنا پڑا)۔ (عوارف المعارف : ص ٤)



سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے جلوس میں چلے آرہے تھے۔ انھوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو یالا دین کے لفظ سے پکار رہی تھی۔ یہ سن کر سیدنا سلیمان علیہ السلام ٹھہر گئے اور کہا کہ اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب؟) اس عورت کو بلوایا اور پوچھا اس نے کہا کہ میرا شوہر ایک (تجارتی) سفر میں گیا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا ایک ساجھی تھا، اس نے

ظاہر کیا کہ وہ مر گیا اور اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر میری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام لا دین رکھوں، یہ سن کر آپ نے اس شخص کو پکڑوا بلایا اور تحقیق کی، اس نے اعتراف کرلیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا تو (اس کے قصاص میں) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیاً)



ضحاک ابن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے، جب وہ بیعت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں اس وقت تک پردہ کا حکم نہ ہوا تھا، بیعت کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دو بیبیاں اس سرخ عورت (یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے اچھی ہیں اگر آپ نکاح کریں تو ایک کو میں آپ کے واسطے بھیج دوں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہیں یا تم؟ انھوں نے کہا میں ان سے کہیں اچھا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال و جواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہیں۔

(مذاق العارفین ص ۱۸۱ ج ۳)



سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بن سنان جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری مہاجر تھے۔ فرماتے ہیں کہ سفر میں میری ایک آنکھ آشوب زدہ تھی اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کھانے لگا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے صہیب تمھاری آنکھ میں درد ہے اور کھجور کھاتے ہو؟ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میں اپنی ایک تندرست آنکھ



کی طرف سے کھاتا ہوں نبی اکرم ﷺ اس جواب پر مسکرا دیے۔

(کنز العمال ص ۸۸۰ ج ۳ رقم الحدیث ۹۰۲۰، مذاق العارفین ص ۱۸۳ ج ۳ سیر الصحابہ ص ۳۷۱ ج ۲ مہاجرین حصہ اول)



سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم احمق کو کس طرح پہچانتے ہو، تو بعض نے کہا کہ اس کی چال، نظر اور تردد سے اور بعض نے کہا کہ احمق اپنی کنیت اور انگوٹھی کے نقش سے پہچانا جاتا ہے، ابھی یہ لوگ احمقوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے دوسرے کو زور سے آواز دی، اے ابو یاقوت! تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا۔ اس شخص نے کتان کے کپڑے پہنے تھے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ دیر بات چیت کی اور فرمایا کہ تیری انگوٹھی کے نگینہ پر کیا نقش ہے، اس نے کہا، مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں پاتا یا وہ غائب ہے (سورہ النمل آیت نمبر ۲۰) تو لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین بات وہی ہے جو آپ فرما رہے تھے۔



ایک شخص نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گفتگو کی تو بہت زیادہ بولا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تنگ آ کر اسے فرمایا کہ چپ ہو جاؤ تو وہ کہنے لگا میں نے کیا کہا ہے۔



ابن علقمہ نحوی کے پاس اس کا بھتیجا آیا تو اس نے پوچھا بھتیجے تمھارے والد کیا کر رہے ہیں، اس نے کہا مر گئے، ابن علقمہ نے کہا بیماری کیا تھی، اس نے کہا ورمت قدمیہ (پاؤں پر ورم تھا) ابن علقمہ نے کہا "ورمت قدماہ" کہو پھر بھتیجے نے کہا

فارتفع الورم الی رکبتاہ (پھر ورم گھٹنے تک پہنچ گیا تھا) طوی نے کہا الی رکبتہ کہو بھتیجا تنگ کر بولا رہنے دو چچا تمھاری یہ نحو مجھ پر میرے باپ کی موت سے زیادہ سخت ہے۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی ؒ)



ابن خلف سے مروی ہے کہ ہارون الرشید ایک دن سیر کے لیے نکلے اور اپنے لشکر سے جدا ہو گئے اور فضل بن الربیع اس کے پیچھے تھا انھوں نے راستہ میں ایک بڈھے کو دیکھا جو گدھے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لگام تھی جو ایسی گندی تھی گویا مینگنیوں سے بھری ہوئی آنت ہے اس کی صورت پر نظر کی تو اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا ہارون نے اس کو چھیڑنے کے لیے فضل کو آنکھ ماری فضل نے اس سے کہا بڈھے کہا جا رہا ہے اس نے کہا کہ اپنے باغ میں فضل نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھے ایک ایسی دوا بتاؤں کہ اگر اپنی آنکھوں پر تو نے اس کا استعمال کیا تو یہ رطوبت بہنا بند ہو جائے گی اس نے کہا مجھے تو اس کی بہت ضرورت ہے فضل نے کہا ہوا کی لکڑیاں اور پانی کا غبار اور کماۃ کے پتے (یہ ایک ایسی بوٹی ہوتی ہے جس پر پتا ہوتا ہی نہیں) ان سب کو اخروٹ کے چھلکے (کا کھرل بنا کر اس) میں خوب پیس اور اس سرمہ کو آنکھوں میں لگا تو جو شکایت ہے وہ جاتی رہے گی، بڈھا یہ سن کر اپنے گدھے کے پالان پر کچھ جھکا اور اس نے ایک بہت لمبی ریح ماری پھر بولا یہ تیرے نسخہ تجویز کرنے کی اجرت ہے اسے لے لے پھر اگر اس سے ہم کو فائدہ پہنچا تو ہم اور دیں گے (فضل کو جواب نہ بن پڑا) اور ہارون الرشید اتنا ہنسا کہ قریب تھا ہنستے ہنستے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

(لطائفِ علمیه، اردو ترجمه کتاب الاذکیا)



علاء بن سعید سے مروی ہے کہ بنو طے کی ایک عورت اور ایک مرد دھوپ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے عورت نے کہا واللہ! اگر یہ قافلہ کوچ کر جائے تو میں اس کی بچی کھچی چیزیں اور ان کا اون جمع کر کے اس کی صفائی کر کے دھو کر اس کا سوت کاتوں گی اور اسے بازار میں بیچ کر اس سے ایک جوان اونٹنی خریدوں گی پھر اپنے قبیلہ کے ساتھ جب وہ سفر کریں گے سفر کروں گی۔ شوہر نے کہا: کیا تو سمجھتی ہے کہ تو مجھے اب چھوڑ جائے گی حالانکہ تیرا بیٹا عراء میں ہے، اس نے کہا بالکل، تو شوہر نے کہا نہیں ہرگز نہیں اور ان دونوں میں تکرار ہوتی رہی حتیٰ کہ شوہر نے اٹھ کر اسے پیٹنا شروع کر دیا اتنے میں عورت کی ماں آ گئی وہ چیخنے لگی، اے فلاں قبیلہ والو! کیا قبیلہ کے سامنے میری بیٹی پٹتی رہے گی؟ اور رزق تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، قبیلے والے بھی آ گئے انھوں نے پوچھا کیا بات ہوئی ہے، انھوں نے بتایا تو قبیلہ والوں نے کہا تمھاری ہلاکت ہو ابھی قافلے نے کوچ بھی نہیں کیا اور تم پہلے ہی لڑنے لگے ہو۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک دیہاتی کے پاس سے گزرا وہ نماز پڑھا رہا تھا تو میں بھی نماز میں شامل ہوگیا تو اس نے پڑھا (**والشمس والضحٰها والقمر اذا تلاها کلمته منتهٰها لن یدخل النارولن یراها رجل نهی النفس عن هواها**) تو میں نے کہا یہ قرآن کے الفاظ نہیں ہیں تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ سکھاؤ تو میں نے اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص یاد کرائی پھر میں کچھ دن بعد یہاں سے گزرا تو وہ صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھ رہا تھا میں نے کہا کہ دوسری سورت کو کیا ہوا، اس نے کہا وہ میں نے اپنے چچازاد بھائی کو ہبہ کر دی اور معزز شخص ہبہ میں رجوع نہیں کرتا۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



جاحظ کہتے ہیں کہ ابو العنبس نے مجھے بیان کیا کہ ایک لمبی داڑھی والا احمق شخص ہمارا پڑوسی تھا اور وہ محلّہ کی مسجد میں رہتا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کرتا اذان دیتا اور نماز بھی پڑھاتا تھا اسے لمبی لمبی سورتیں یاد تھیں اور وہی نمازوں میں بھی پڑھتا تھا، ایک دن عشاء کی نماز میں لمبی سورتیں پڑھیں۔

تو لوگوں نے تنگ ہو کر اسے کہا کہ ہماری مسجد چھوڑ دو ہم دوسرا امام رکھ لیں گے تم نماز لمبی پڑھاتے ہو اور پیچھے کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں، اس نے کہا آج کے بعد لمبی نماز نہیں پڑھاؤں گا، تو لوگوں نے اسے چھوڑ دیا دوسرے دن اس نے سورہ فاتحہ پڑھی اور کافی دیر خاموش رہا پھر چیخ کر بولا، سورہ عبس کے بارے میں کیا کہتے ہو...... اس بات کا جواب کسی نے نہیں دیا، سوائے ایک لمبی داڑھی والے بوڑھے نے جو اس سے بھی کم عقل تھا کہا ہاں یہ ٹھیک ہے اسے پڑھو۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جبل نامی جگہ کا قاضی بنایا تھا، مجھے اطلاع ملی کہ ہارون الرشید بصرہ واپس آرہے ہیں تو میں نے اہل جبل سے کہا کہ امیر المومنین کے سامنے میری تعریف کرنا انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا اور منتشر ہوگئے لیکن ان کے حالات دیکھ کر میں مایوس ہوگیا تو میں اپنی داڑھی کو کنگھی کی اور شہر سے باہر نکلا تو ''حراقۃ'' کے قریب میری ہارون اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے ملاقات ہوگئی میں نے کہا، امیر

المومنین جیل کا قاضی بہت اچھا ہے اس نے ہمارے درمیان انصاف سے کام لیا ہے اور بہت اچھا کام کیا ہے اور میں اپنی تعریفیں کرنے لگا اتنے میں قاضی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پہچان لیا تو اپنا سر ہلایا اور ہنسے تو ہارون نے کہا کہ کیوں ہنس رہے ہو تو قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قاضی خود اپنی تعریفیں کر رہا ہے تو ہارون الرشید بھی خوب ہنسا اور اپنے ہاتھ پاؤں پر مارنے لگا پھر کہا کہ یہ بڑا نیچ اور بے ہودہ بوڑھا ہے اسے معزول کر دو تو انھوں نے مجھے معزول کر دیا۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



پطرس بخاری سے جب ایک اعلیٰ عہدیدار ملاقات کے لیے آئے تو انھوں نے کہا کہ تشریف رکھیے۔

یہ سن کر عہدیدار موصوف کو یوں محسوس ہوا کہ کچھ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے، چنانچہ انھوں نے پطرس صاحب سے کہا کہ: ''میں محکمہ برقی کا ڈائریکٹر ہوں۔''

اس پر پطرس صاحب نے کہا: ''پھر آپ دو کرسیوں پر بیٹھ جایئے۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



سر سید، مولانا شبلی اور سید ممتاز علی ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔ سر سید کا ایک بہت ضروری کاغذ گم ہو گیا تھا۔ وہ اسے تلاش کر رہے تھے، مگر ملتا نہ تھا۔ اتفاق سے مولانا شبلی کو وہ کاغذ الگ پڑا ہوا مل گیا انھوں نے مزاحاً اس کاغذ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تاکہ سر سید کو تنگ کیا جائے۔ مگر سر سید بھانپ گئے کہ کاغذ شبلی دبائے بیٹھے ہیں۔ اس پر انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: ''بڑے بوڑھوں سے سنتے آئے ہیں کہ جو چیز گم

ہو جاتی ہے شیطان اسے اپنے ہاتھ کے نیچے دبا کر بیٹھ جاتا ہے۔ حضرت مولانا! ذرا دیکھئے کہیں میرا کاغذ آپ کے ہاتھ کے نیچے تو نہیں؟''



ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن علاء کی مجلس میں تھے اور مختلف فنون و علوم پر بات چیت کر رہے تھے۔ ایک شخص آخر تک کچھ نہ بولا تو ہم نے کہا کہ یا تو یہ شخص پاگل ہے یا بہت بڑا عالم، تو یونس نے کہا یا ''خائف'' ہے ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس کو کہا کہ قرآن کریم جانتے ہو، اس نے کہا جانتا ہوں (پڑھا ہوا ہوں) یونس نے کہا: بتاؤ یہ آیت کس سورت میں ہے، **الحمد لله لا شريك له ...... من لم يقلها فنفسه ظلما** (یہ شعر ہے کہ جو **الحمد لله لا شريك له** نہ کہے اسنے اپنے اوپر ظلم کیا) اس نے تھوڑی دیر توقف کیا اور بولا سورہ دخان میں ہے۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



فقیر سید وحید الدین کے ایک عزیز کو کتے پالنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک روز وہ لوگ کتوں کے ہمراہ علامہ اقبال سے ملنے چلے آئے۔ یہ لوگ اتر کر اندر جا بیٹھے اور کتے موٹر ہی میں رہے۔ اتنے میں علامہ کی ننھی بچی منیرہ بھاگتے ہوئے آئی اور باپ سے کہنے لگی: ''ابا ابا موٹر میں کتے آئے ہیں۔'' علامہ نے احباب کی طرف دیکھا اور کہا:

''نہیں بیٹا! یہ تو آدمی ہیں۔''



اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ (تفریحاً) ولید بن عبدالملک نے بدیح سے

کہا: آؤ! تمناؤں میں مقابلہ کریں(ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنا بیان کرے) اس میں واللہ میں تجھ پر غالب رہوں گا۔ بدیح نے کہا: ''آپ مجھ پر ہرگز غالب نہ آسکیں گے۔ ولید نے کہا: میں غالب ہو کر رہوں گا'' اس نے کہا: ''دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا: ''تو جس تمنا کا اظہار کرے گا میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا' تو اپنی تمنا کو سامنے لا......'' بدیح نے کہا: بہت اچھا: میری تمنا تو یہ ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر اللہ ہزاروں لعنت بھیجے۔ ولید نے کہا: کمبخت تیرا برا ہو بس تو ہی غالب رہا۔

(لطائفِ علمیه، اردو ترجمه کتاب الاذکیا)



ایک دن امیر تیمور پوری شان وشوکت سے دربار لگائے بیٹھا تھا۔ تمام درباری نہایت منظّم طریقے سے مودبانہ اردگرد حسب مراتب کھڑے تھے۔ امیر نے خلفائے بغداد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان کے القابات کس قدر رعب والے اور پر شکوہ ہوتے ہیں مثلاً مستنصر باللہ، معتصم باللہ اور متوکل باللہ وغیرہ میری خواہش ہے کہ میں بھی کوئی اس قسم کا لقب اختیار کروں جو اسی طرح اسلام سے بھی مطابقت رکھتا ہو۔ مجھے سوچ کر بتاؤ کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور میرے لیے اچھے القابات تجویز کرو تاکہ ان میں سے کوئی ایک جو مجھے پسند آجائے اختیار کرلوں۔

دربار میں ایک ایسا آدمی بھی موجود تھا جس کی امیر تیمور سے بے تکلفی تھی۔ کبھی ایسا موقع نہیں آیا تھا کہ امیر نے اس کی کسی بات کا برا منایا ہو۔ وہ بولا: جان کی امان پاؤں تو کوئی لقب تجویز کروں؟ بادشاہ نے اجازت دے دی تو بولا: وزن کی مناسب سے نعوذ باللہ ٹھیک رہے گا۔ (پندره روزه ننهے محاهد: اکتوبر: ۲۰۰٤ء)



ایک مرتبہ حسن لولوی مامون الرشید کو کوئی قصہ سنا رہے تھے اور مامون اس وقت امیر المؤمنین بن چکے تھے۔ مامون کو اونگھ آ گئی تھی تو حسن لولوی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ سو گئے؟ تو مامون نے بیدار ہو کر کہا: ''بازاری شخص ہے واللہ! اے غلام! اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کر دے! ایسا اس لیے کہا کہ سلاطین کا مقصد ہی سوتے وقت کوئی قصہ سننے سے ہوتا ہے کہ نیند آ جائے۔ تو اس کا آواز دے کر جگانا مقصد سے بڑی غفلت کے علاوہ بے ادبی بھی تھا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک مرتبہ پنجاب کے سکھ دہقانوں کا ایک وفد اپنے مسائل کی ایک فہرست لے کر مولانا ابو الکلام آزاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا نے شرف باریابی بخشا۔ پہلے تو خاموشی کا طویل وقفہ رہا۔ دہقان شاید آپ کے پاس ادب سے چپ رہے اور مولانا منتظر تھے کہ وہ خود ہی سلسلہ کلام شروع کریں۔ پھر مولانا نے پہل کی۔

''سنایئے! امسال تمھاری کشت ہائے زرعی میں نزول باراں ہوا یا نہیں؟''

کسانوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا ''کیوں بھائی! کسی کی سمجھ میں کچھ آیا؟''

سب کے چہرے سپاٹ تھے۔ وہ مؤدب اور سرنگوں بیٹھے رہے، مولانا پھر گویا ہوئے۔

''نزول باراں عطیہ ہے رحمت باری تعالیٰ کا اس سے اثمار و اناج نشو ونما پاتے ہیں اور فضائے بسیط کی کثافت دور ہوتی ہے۔''

وفد میں جو قدرے سمجھ دار تھا اٹھا اور باقی افراد کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔ سب لوگ مولانا کی طرف پیٹھ کیے بغیر الٹے پیروں واپس آ گئے۔ دانا شخص نے بتایا: ''اس وقت مولانا عبادت میں ہیں اور اپنی مذہبی زبان

میں وظیفے پڑھ رہے ہیں۔"

(مزا حیات کا انسائیکلو پیڈیا ۲٦٦)



شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر جب تخت نشیں ہوا تو اس نے پورے ملک میں موسیقی پر پابندی عائد کر دی۔ پہلے بادشاہوں نے جو دربار میں موسیقار رکھے ہوئے تھے انھیں بھی برخاست کر دیا۔ اورنگزیب عالمگیر کے اس اقدام سے موسیقار بڑے سٹپٹائے۔ انھوں نے بڑی کوششیں کیں لیکن اورنگزیب نہ مانا۔ بالآخر شاہی فنکاروں نے ایک روز نقلی جنازہ تیار کیا اور روتے پیٹتے آنسو بہاتے شاہی نشست گاہ کے سامنے سے گزرے۔

اورنگزیب عالمگیر نے جب جنازہ دیکھا تو بے چینی سے پوچھا: "کون مر گیا ہے اور یہ کس کا جنازہ ہے؟" موسیقاروں نے جواب دیا: "راگ مر گیا ہے اور ہم اسے دفنانے قبرستان جا رہے ہیں۔"

اورنگزیب عالمگیر مسکرایا اور کہا: "پھر قبر ذرا گہری کھودنا۔"



بعض اوقات تمام تر احتیاط کے باوجود پروف کی غلطیاں رہ جاتی ہیں اور ان میں سے کچھ تو بہت مزا دیتی ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں اپنے اخبار "زمیندار" میں انگریزوں کے خلاف بہت زور دار اداریئے لکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا لکھا ہوا پورا اداریہ سنسر کی زد میں آ گیا۔ اس وقت کاپی پریس میں جانے والی تھی۔ اتنا ٹائم نہیں تھا کہ اداریہ لکھا جاتا اور خوشنویس کو دیا جاتا، پھر پروف ریڈنگ ہوتی اور پھر

کاپی پر پیسٹ کیا جاتا۔ مولانا نے وقت بچانے کے لیے نیا اداریہ لکھ کر ایک ایسے خوشنویس کو ان کے گھر پہنچایا جو کبھی غلطی نہیں کرتا تھا اور اسے پیغام دیا کہ ابھی کتابت کر کے اس آدمی کے ہاتھ واپس بھیج دو اور پہلے سے بھی زیادہ احتیاط سے کتابت کروتا کہ پروف پڑھنے ہی نہ پڑیں۔ وہ خوشنویس بہت عبادت گزار شخص تھا، وہ اس وقت مصلے پر بیٹھا ذکر میں مشغول تھا، اس نے مصلے پر بیٹھے بیٹھے اداریے کی کتابت کی اور اسے مولانا کے فرستادہ شخص کے ہاتھ واپس بھجوا دیا۔ کاپی پیسٹر نے پروف پڑھے بغیر اسے کاپی پیسٹ کیا اور کاپی پریس بھجوا دی صبح جب اخبار چھپ کر آئی تو اداریہ کچھ یوں تھا:

''ہم انگریز سرکار پر واضح کر دینا چاہتے ہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر، کہ اس کے ظلم کے دن سبحان اللہ، سبحان اللہ گنے جا چکے ہیں۔ ہندوستانی عوام بیدار......'' اور اس کے آگے پھر ورد تھا، مولانا نے اداریہ پڑھا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ خوشنویس کو طلب کیا مگر اس کا سفید نورانی چہرہ دیکھ کر مولانا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے آئندہ کے لیے احتیاط کرنے کو کہا اور ایڈیٹر کو ہدایت کی آئندہ کسی کارکن کی عبادت میں خلل نہ ڈالا جائے کہ اس صورت میں اس کی ذہنی کیفیت اور کام غلط ملط ہو جاتے ہیں۔

(مزا حیات کا انسائیکلو پیڈیا از نذیر انبالوی صفحہ ۲۱۱)



اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ایک دن شکار کے لیے نکلا تو راستے میں اس کو ایک کانا آدمی ملا جسے اس نے بد شگونی سمجھا اور کہا کہ اس کو باندھ کر ایک ویران کنویں میں پھینک دو، اگر ہم نے آج شکار کر لیا تو اسے چھوڑ دیں گے، ورنہ اس کو قتل کر دیں گے، سپاہیوں نے اس بے چارے کانے آدمی کو باندھ کر کنویں میں

ڈال دیا۔ اتفاق سے سلیمان نے اس قدر شکار کیا کہ زندگی بھر کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ واپس آیا تو اس کانے آدمی کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ جب وہ کانا شخص اس کے سامنے لایا گیا تو سلیمان بولا: اے شیخ! میں نے تیری پیشانی سے زیادہ مبارک پیشانی کسی کی نہیں دیکھی۔ اس آدمی نے کہا:

اے امیر المؤمنین! تو سچ کہتا ہے۔ لیکن میں نے تجھ سے زیادہ اپنے سامنے آنے والا منحوس شخص آج تک نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے مجھے سارا دن کنویں میں بھوکا پیاسا رہنا پڑا۔ سلیمان یہ سن کر ہنس دیا اور اسے انعام دے کر رخصت کر دیا۔

(ماخذ: علمی مزاح، از پروفیسر منور حسین چیمہ)



خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آ گئے۔ مہدی نے چاہا کہ قاضی صاحب کے لیے خوشبو جلائی جائے، خادم کو جو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لیے ''عود'' لاؤ (عود اس خوشبو دار مرکب کو کہتے ہیں جس کے جلنے سے خوشبو دار دھواں بتدریج اٹھتا رہتا ہے اور عود ایک باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے) خادم جا کر عود باجہ اٹھا لایا اور اس نے لا کر قاضی شریک صاحب کی گود میں رکھ دیا۔ شریک نے کہا اے امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج صبح اس باجہ کو افسر پولیس نے برآمد کیا تھا، ہم نے چاہا کہ یہ قاضی صاحب کے ہاتھ سے ٹوٹے قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جزاک اللہ خیراً یا امیر المومنین! کہا اور اس کو توڑ دیا۔ پھر وہ دوسری باتوں میں مشغول ہو گئے اور وہ واقعہ فراموش کر دیا۔ پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ایک شخص



نے اپنے وکیل کو ایک شے معین کے لانے کا حکم دیا مگر وہ دوسری لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہوگئی۔ قاضی صاحب نے کہا اے میر المومنین! اس پر ضمان ہے (یعنی اس کی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوگئی اس کا ضمان ادا کرو۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



یزید بن ثراوان کو ابن مروان بھی کہا جاتا تھا اس کی ایک حماقت یہ تھی کہ اس نے کوڑی، ہڈی اور ٹھیکرے کا بنا ہوا ایک ہار اپنے گلے میں ڈال رکھا تھا اور کہتا تھا کہ میں ڈرتا ہوں کہ خود کو گم نہ کر دوں اور یہ ہار اس لیے پہنا ہے تاکہ میں خود کو پہچان لوں۔ ایک رات اس کا یہ ہار اس کے بھائی کے گلے میں کسی طرح پہنچ گیا تو جب صبح ہوئی تو یہ اپنے بھائی کو کہنے لگا کہ بھائی! اگر تو میں ہوں تو پھر میں کون ہوں۔

(حماقت اور اس کے شکار، اردو ترجمہ اخبار المحقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابو الحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو ایک ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا تھا اور کہا کہ اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ کے حکم سے قتل کر دوں۔ سلطان نے کہا: ''نہیں! بلکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کر دیں گے'' اس نے کہا کہ میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ تو تلوار حاضر کی گئی، تو اس کو میان سے نکالا اور باپ سے کہا کہ آگے۔ آ پھر اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لی اور اس سے کہا کہ اس تلوار کو میان میں

ڈالو، تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو میان میں داخل نہ کر سکا، اس نے کہا: ''حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔'' سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ! اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا؟ اس لیے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہے تو دونوں کو قتل کر'' (اس کی سمجھ میں آ گیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

(لطائفِ علمیه، اردو ترجمه کتاب الاذکیا)



مامون الرشید کے دور میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مامون الرشید نے اس کو کہا کہ اگر تو پیغمبر ہے تو میں تجھ سے اسی وقت تربوز چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ''مجھے تین روز کی مہلت دے دو۔'' مامون نے کہا: میں صرف ایک گھڑی مہلت دیتا ہوں، اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ نے انصاف نہ کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ قرآن میں نہیں فرماتا کہ میں نے زمین و آسمان چھ دنوں میں بنائے جب اللہ کی ذات چھ دن میں ایک چیز بناتی ہے تو تو میری خاطر تین روز تک صبر نہیں کر سکتا۔''

مامون الرشید اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

(علمي مزاح صفحه : ٦٥)



سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا: ''وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔



(کتاب الاذکیا، از امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابو بکر الکلبی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بصرہ سے نکلا، جب کوفہ پہنچا تو میں نے ایک بوڑھے کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا تو اس سے پوچھا کہ بڑے میاں! حکم کی منزل کہاں ہے۔ اس نے کہا ''ورائك'' (تیرے پیچھے) میں پیچھے جانے لگا تو اس نے کہا: ''سبحان اللہ! میں ورائك کہہ رہا ہوں اور تو پیچھے جا رہا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **وکان وراء ھم ملك یا خذ کل سفینۃغصبا** میں **ورائھم** کا معنیٰ ''سامنے'' کا ہے۔'' میں نے کہا: ''آپ کون؟ اس نے کہا: ابوالغصن۔ میں نے پوچھا نام! اس نے کہا حجا۔''

(اخبار المحقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الحوزی رحمۃ اللہ علیہ)



قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے، ہندو پریس میں ایک خبر چھپی کہ کل شام جب مہاتما گاندھی (ہندوؤں کے مشہور لیڈر موہن داس کرم چند گاندھی) برلا ہاؤس میں اپنی پرارتھنا (دعا) کر رہے تھے تو وہاں ایک بڑا سانپ نکل آیا۔ سانپ نے مہاتما جی کے اردگرد دو چکر لگائے اور پھر جس خاموشی سے آیا تھا اسی طرح باہر نکل گیا۔ اس خبر کو مہاتما جی کی کرامت اور روحانی فضیلت کے مظاہرے کے طور پر خوب اچھالا گیا۔ یہاں تک کہ ایک پریس کانفرنس میں ایک ہندو صحافی نے محمد علی جناح سے پوچھا۔

صحافی: سر! مہاتما جی کی پرارتھنا میں ایک سانپ کے عقیدت مندانہ آنے کی خبر آپ نے پڑھی ہوگی۔



محمد علی جناح! جی ہاں! پڑھی ہے۔

صحافی: آپ کا کیا خیال ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ سانپ آئے اور مہاتما جی سے کچھ تعرض نہ کرے؟

محمد علی جناح: جی ہاں! یہ بھی ممکن ہے۔

صحافی: یہ آپ کہہ رہے ہیں!!! یعنی کیسے!

محمد علی جناح: پیشہ ورانہ اخلاق کی بات ہے۔ (زہریلے کیڑے ایک دوسرے کو نہیں ڈستے)



ابوالحسن سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حجا ''کوفے کا باشندہ'' کو کہا: میں نے تمھارے گھر سے کچھ آواز سنی ہے۔ اس نے کہا: ہاں! میری قمیص اوپر سے گر گئی تھی، ابوالحسن نے پوچھا کہ اوپر سے گرنے سے اتنی آواز؟ حجا نے کہا: احمق! جب میں اس میں تھا تو کیا اس کے ساتھ نہیں گرتا۔

(اخبار المحقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دفعہ کلکتہ کے بڑے بشپ آئے اور چیف کمشنر دہلی سے کہا: ''میں شاہ عبدالعزیز کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا: شاہ صاحب کے ساتھ بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے! وہ کئی پادریوں کو شکست دے چکے ہیں! بڑے عالم فاضل آدمی ہیں! لیکن وہ نہ مانا۔ اب چیف کمشنر نے کہا: اچھا اگر آپ جیت گئے تو میں آپ کو پانچ سو روپیہ دوں گا اور اگر آپ ہار گئے تو پانچ سو روپے لوں گا۔ اس نے کہا: بہت اچھا۔ خیر کمشنر نے دونوں کے درمیان مباحثے کا انتظام کرا دیا، بشپ نے شاہ صاحب سے پوچھا: ''آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

کے حبیب ہیں۔'' کیا یہ سچ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سچ ہے۔ کہنے لگا: اگر وہ اللہ کے دوست ہوتے تو جب ان کے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ کے گلے پر تلوار چلائی جا رہی تھی، تو کیوں نہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر ان کی جان بچائی؟ شاہ صاحب نے فرمایا:

''ہاں وہ گئے تو تھے لیکن وہاں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے اکلوتے بیٹے کے غم میں رو رہا ہے۔''

بشپ یہ جواب سن کر ناراض ہوگیا اور اسی وقت دہلی سے چلا گیا۔

(علمی مزاح : ۶۸)



یزید بن ثراوان کا اونٹ گم ہوگیا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ جسے ملے اس کا ہو جائے گا۔ اسے پوچھا گیا کہ پھر اعلان کیوں کر رہے ہو؟ کہنے لگا کہ اس کے ملنے کا مزہ کہاں ملے گا، ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: جسے وہ اونٹ ملے گا اسے دس دوں گا۔ اس کو پوچھا گیا یہ اعلان کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ پانے کا ایک مزہ دل میں ہوتا ہے۔

(حماقت اور اس کے شکار، اردو ترجمہ اخبار المحقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



یزید بن ثراوان جب بکریاں چراتا تھا تو موٹی تازی بکریوں کو چرنے کی جگہ تلاش کر کے دیتا اور لاغر اور کمزور بکریوں کو وہاں سے ہٹا دیتا اور کہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے خراب کیا ہو میں اس کی اصلاح نہیں کروں گا۔

(اخبار المحقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک پروفیسر صاحب مکان کی چھت پر بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے۔ بیوی بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے میں زبردست آندھی آئی اور دونوں میاں بیوی چھت سمیت گھر سے دور ایک میدان میں جا گرے۔ بیوی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر پروفیسر صاحب بولے: ''کیوں رو رہی ہو......؟ اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہماری جان بچ گئی ہے!'' بیوی کہنے لگی:

''جناب یہ تو خوشی کے آنسو ہیں، بیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک موقع دیا ہے کہ اکٹھے گھر سے باہر نکلے ہیں۔'' (علمی مزاح:٧٤)



علامہ اقبال بچپن ہی سے بذلہ سنج اور شوخ طبیعت واقع ہوئے تھے۔ ایک روز (جب ان کی عمر گیارہ سال کی تھی) انھیں اسکول پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ ماسٹر صاحب نے پوچھا: ''اقبال تم دیر سے آئے ہو......؟''

آپ نے بے ساختہ جواب دیا: ''جی ہاں! اقبال ہمیشہ دیر ہی سے آتا ہے۔''



زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہوگئے اور دشمن بن گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا۔ لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں۔ بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر تم اس پر عمل کر لو تو مغیرہ کبھی واپس نہ آسکیں گے۔ انھوں نے کہا: اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا: تم مجھے ایک لاکھ درہم

جمع کرا دو اور میں یہ رقم لے کر عمر کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے۔ اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ انھوں نے سن کر عرض کیا: اللہ آپ کا بھلا کرے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے، وہ تو دو لاکھ تھے'' فرمایا: یہ حرکت کیوں کی؟ انھوں نے عرض کیا: ''کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔'' اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے آ چکے تھے) کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! ایسا نہیں (اب) میں آپ سے ضرور سچ کہوں گا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اللہ کی قسم! مغیرہ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ سیدنا عمر نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟'' مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔ میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور اس کو رسوا کر دوں۔''

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



تیسری صدی ہجری میں خلق قرآن کا مسئلہ اپنے عروج پر تھا۔ معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن حکیم اللہ کا کلام نہیں بلکہ اس کے خیالات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر القا ہوئے اور پھر ان خیالات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے الفاظ میں ڈھالا، اس طرح یہ مخلوق ہے۔

عباسی خلیفہ واثق باللہ نے خاص طور پر اس عقیدہ کی اشاعت میں حصہ لیا

طبقات شافعیہ میں اس ضمن میں ایک لطیفہ لکھا ہے۔

ایک مسخرہ جس کا لقب عبادہ مخنث تھا۔ ایک روز واثق باللہ کے پاس آیا۔ اور کہا: **اعظم اللّٰہ اجرك فی القرآن یا امیر المؤمنین!**

عربوں کا دستور ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی تعزیت میں اعظم اللہ اجرک کہتے ہیں۔

خلیفہ نے کہا: ''اے کم بخت! کیا قرآن بھی فوت ہوتا ہے؟'' عبادہ مخنث کہنے لگا ''اے امیر المومنین! قرآن آخر مخلوق ہے اور مخلوق کا وفات پانا ضروری ہے۔ پھر کہنے لگا:

> ''اے امیر المومنین! اگر قرآن وفات پا جائے تو تراویح کس طرح پڑھو گے؟ واثق باللہ نے یہ سن کر کہا: ''مجھے بڑے بڑے علماء اس مسئلہ میں مات نہ کر سکے لیکن ایک مسخرے نے مجھے لا جواب کر دیا۔''

(علمی مزاح : صفحہ ۷۷)



ایک مرتبہ جحا نے آٹا خریدا اور ایک مزدور سے اٹھوایا مزدور وہ آٹا لے کر بھاگ گیا، جحا نے کافی دنوں بعد اسے دیکھا تو چھپ گیا۔ لوگوں نے پوچھا: کیوں چھپ رہا ہے؟ جحا نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں مزدور کرائے (اجرت) کا مطالبہ نہ کر دے۔

(اخبار المحقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



اعمش کی طبیعت میں کچھ سختی تھی۔ شاگردوں سے جب کبھی ناراض ہو جاتے تو

ان کے سامنے مسائل بیان کرنا چھوڑ دیتے اور قسم کھا لیتے کہ وہ ان سے مہینہ یا کم و بیش عرصہ بات نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب ایسا کرتے تو اپنی طبیعت پر بوجھ محسوس کرتے، پس اپنی بکری کے پاس آتے اور اس کے سامنے فقہ کے مسائل بیان کر کے اپنا بوجھ ہلکا کر لیتے لیکن شاگردوں کے سامنے بات نہ کرتے۔ اس وقت ان کے بعض شاگردوں کو کہتے ہوئے سنا جاتا: ''کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں اعمش کی بکری بنا دیتا۔''

(علمی مزاح : ۸۰)



پنجاب کے مشہور قانون دان چوہدری شہاب الدین علامہ اقبال کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ ان کا رنگ کالا اور ڈیل ڈول بہت زیادہ تھا۔ ایک روز وہ سیاہ سوٹ پہنے ہوئے اور سیاہ ٹائی لگائے کورٹ میں آئے تو اقبال نے انھیں سرتا پاؤں سیاہ دیکھ کر کہا: ''ارے چوہدری صاحب! آج آپ ننگے ہی چلے آئے۔''



سیدنا محمد ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلف صالحین کو دیکھا ہے کہ ان کے کئی کئی کنبے ایک ہی حویلی میں بستے تھے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ ان میں سے کسی ایک کے یہاں مہمان آتا اور کسی دوسرے کے یہاں چولہے پر ہانڈی چڑھی ہوتی تو مہمان والا اپنے مہمان کے لیے اپنے دوست کی ہانڈی اتار لیجاتا۔ بعد میں ہانڈی والا اپنی ہانڈی کو ڈھونڈھتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا پھرتا کہ میری ہانڈی کون لے گیا؟ میزبان دوست بتاتا کہ بھائی اپنے مہمان کے لیے ہم لے گئے تھے اس وقت ہانڈی والا کہتا: ''خدا تمھارے لیے اس میں برکت دے اور محمد ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ جب روٹی پکاتے تب بھی یہی صورت پیش آتی۔

(آداب زندگی ص ۲٤٤)



جعفر بن عیسیٰ کے پاس ایک لونڈی تھی۔ جس کے متعلق اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ اس لونڈی کو نہ بیچوں گا، نہ ہبہ کروں گا اور نہ آزاد کروں گا۔

ہارون الرشید نے وہ لونڈی خریدنا چاہی تو جعفر بن عیسیٰ نے بتایا کہ میں اگر اسے بیچوں یا ہبہ کروں تو میری قسم ٹوٹتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ جعفر بن عیسیٰ چاہتا ہے کہ لونڈی کو فروخت کر دے یا ہبہ کر دے اور اس کی قسم بھی نہ ٹوٹے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''آدھی ہبہ کر دے اور آدھی بیچ دے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیوں کہ اس نے لونڈی کے بیچنے اور نہ ہبہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور اس صورت میں نہ بیچا نہ ہبہ کیا بلکہ لونڈی کا نصف بیچا اور نصف ہبہ کیا۔

(علمی مزاح: صفحہ ٨٤)



صبیح الکوفی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لیے پیغام بھیجا۔ نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں۔ اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ۔ وہ دونوں پہنچ گئے، اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر ڈالی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور



خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دے گی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو، خوب بات کرتے ہو، کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہوگیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمھارا حساب کیسا ہے؟ حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہوسکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہ نے کہا: لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔ عورت نے کہا: واللہ! یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے'' اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دن جحا کے والد نے اسے بھنی ہوئی سری لینے بھیجا۔ اس نے خریدی اور راستے میں ہی بیٹھ کر اس کی آنکھیں کان، زبان اور مغز کھا گیا اور باقی ماندہ سری لے کر اپنے والد کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا: تیرا ستیاناس! یہ کیا ہے، وہ بولا: سری! جو آپ نے منگوائی تھی۔ اس کے والد نے کہا: اس کی آنکھیں کہاں ہیں؟ کہا: وہ بولا: بکرا اندھا تھا۔ پوچھا: کان کہاں ہیں؟ کہا: بکرا بہرا تھا۔ پوچھا: اس کی زبان کہاں ہے؟ کہا بکرا گونگا تھا اس نے پوچھا اس کا دماغ کہا ہے، اس نے کہا یہ خالی الدماغ تھا، اس نے کہا: یہ واپس کر آؤ۔ جحا نے کہا کہ بیچنے والے نے ہر عیب سے برأت کی شرط پر بیچیہے۔

(اخبار المحقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



علامہ اقبال چوہدری شہاب الدین سے ہمیشہ مذاق کرتے رہتے تھے۔ چوہدری صاحب بہت کالے تھے، ایک دن علامہ اقبال چوہدری صاحب سے ملنے ان کے گھر گئے۔ بتایا گیا کہ چوہدری جی غسل خانے میں ہیں۔ اقبال کچھ دیر انتظار میں بیٹھے رہے۔ جب چوہدری صاحب باہر آئے تو اقبال نے کہا: ''پہلے آپ ایک بات بتائیے کہ آپ کون سا صابن استعمال کرتے ہیں؟'' چوہدری صاحب نے کہا: یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' علامہ نے جواب دیا: ''نالی میں بہت سا کالا پانی بہہ کر آ رہا ہے۔ بہت کارگر صابن معلوم ہوتا ہے۔''



لاہور کے میکلوڈ روڈ والی جس کوٹھی میں علامہ اقبال رہائش پذیر تھے، اس کے پچھواڑے میں ایک میدان تھا۔ جس میں اکثر پانی بھرا رہتا۔ اور مینڈک ٹرٹر کرکے سونا حرام کر دیتے۔ جاوید اقبال کی والدہ نے علامہ سے اس کی شکایت کی تو آپ ہنس پڑے اور بولے: ''یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ لوگ شب بیداری کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں لیکن آپ کے لیے قدرت نے خود ہی انتظام کر دیا ہے۔ اس لیے مینڈکوں کو برا کہنے کی بجائے اللہ اللہ کیجیے۔''



اخبار ''وطن'' کے ایڈیٹر مولوی انشاء اللہ خان علامہ اقبال کے ہاں اکثر حاضر ہوتے تھے، ان دنوں علامہ اقبال انارکلی بازار میں رہتے تھے اور وہیں طوائفیں آباد تھیں۔ میونسپل کمیٹی نے ان کے لیے دوسری جگہ تجویز کی۔ چنانچہ انھیں وہاں سے اٹھا دیا گیا۔ اس زمانے میں مولوی انشاء اللہ کئی مرتبہ علامہ اقبال سے ملنے گئے۔ لیکن ہر

مرتبہ یہی جواب ملا کہ علامہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ اتفاق سے ایک دن گھر پر مل گئے تو مولوی صاحب نے مزاحاً کہا: ''علامہ صاحب! جب سے طوائفیں انارکلی سے اٹھوا دی گئی ہیں آپ کا دل بھی یہاں نہیں لگتا۔''

علامہ نے جواب دیا: ''مولوی صاحب! کیا کیا جائے۔ وہ بھی تو وطن کی بہنیں ہیں۔'' مولوی صاحب کٹ کر رہ گئے۔ (مولوی انشاء اللہ خان ''وطن'' کے ایڈیٹر تھے)۔



ایک عامل نے اپنے دفتر میں ایک شخص کو دیکھا کہ جو اس کی ایک خفیہ بات پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اس نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا۔ محرر قید خانہ نے سوال کیا کہ رجسٹر جیل میں اس کا جرم کیا درج کیا جائے عامل نے کہا لکھو،
اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



جحا سے کسی آدمی نے پوچھا کہ کیا انگلیوں پر حساب لگایا جاسکتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا لگاؤ، دو جریب گندم، اس نے چھنگلیا اور اس کے برابر والی انگلی بند کر لی پھر اس آدمی نے کہا دو جریب تو اس نے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی بند کر لی اور بیچ والی کھڑی رکھی، اس آدمی (شخص) نے پوچھا کہ بیچ کی انگلی کیوں کھڑی کی ہوئی ہے اس نے کہا جو اور گندم آپس میں نہ مل جائیں۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)





خواجہ حسن نظامی نے ایک مرتبہ اپنے اخبار ''منادی'' میں لکھا کہ میں ڈاکٹر اقبال کو ہندوستان کا عظیم شاعر نہیں سمجھتا۔ انھی دنوں ڈاکٹر اقبال کے گھٹنوں میں درد ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے انھیں اپنا ''روغن فاسفورس'' بھیجا۔ جس سے انھیں افاقہ ہوگیا۔ انھوں نے خواجہ صاحب کو خط لکھا کہ ''آپ کے روغن سے افاقہ ہوا ہے۔''

خواجہ حسن نظامی نے وہ خط اپنے اخبار ''منادی'' میں شائع کر دیا کہ اس تیل کے متعلق شاعرِ اعظم ڈاکٹر اقبال کی کیا رائے ہے۔ تو ڈاکٹر اقبال نے ''منادی'' اخبار پڑھ کر کہا کہ ''شکر ہے خواجہ صاحب کے روغن فاسفورس نے مجھے شاعرِ اعظم تو بنا دیا۔''



ابن ہاص ایک مرتبہ باغ میں گیا تو اس کے منہ میں کہیں سے کڑواہٹ پہنچ گئی تو اس نے پیاز سرکے کے ساتھ کھانے کا ارادہ کیا تا کہ کڑواہٹ دور کر لے۔ اس نے مالی کو کہا: مالی کے پاس پیاز اور سرکہ نہ تھا۔ اس نے کہا کہ تو نے پیاز کو سرکہ کے ساتھ کیوں نہیں اگایا؟

(اخبار المحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا الزام تھا۔ انھوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ملازموں سے پینے کے لیے پانی مانگا۔ جب پانی آ گیا تو اس کو پینا شروع کیا۔ پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا۔ ان میں ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کر۔ ان سے پوچھا گیا کہ

آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے؟ انھوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لیے بری ہوا کہ اگر گھر میں ایک چوہا بھی حرکت کرتا تو یہ گھبرا کر بھاگ جاتا اور یہ خفیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



طاہر بن عبداللہ کے پاس ایک شاعر آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا: ''اونٹ عزیزہ کی بھڑکائی ہوئی آگ سے جوان ہو گیا۔''

اور طاہر کی والدہ کا نام عزیزہ تھا لوگوں نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا تاکہ یہ اپنی بکواس کا مطلب سمجھ جائے' تو یہ رک گیا۔

حماقت اور اس کے شکار...... اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی



کیمبرج کی تعلیم کے زمانے میں اقبال کی چند ساتھیوں سے مذہب پر بحث چھڑ گئی۔ ایک صاحب پوچھنے لگے: ''کیا بات ہے، جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے سب کے سب ایشیا ہی میں آئے، یورپ میں ایک بھی پیدا نہیں ہوا، اقبال نے جواب دیا کہ شروع ہی میں اللہ میاں اور شیطان نے اپنا اپنا علاقہ چن لیا۔ اللہ میاں نے ایشیا کو پسند کیا اور شیطان نے یورپ کو۔ اسی لیے جتنے اللہ کے پیغمبر ظہور میں آئے، وہ ایشیاء میں پیدا ہوئے اور شیطان کے نمائندے یورپ میں۔ اس پر سب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔



رئیس ابو علی العلوی ایک مرتبہ کسی رئیس کے پاس گیا وہ باتیں کرنے لگے اتنے میں اس دوسرے رئیس کا غلام آیا اور کہا آقا آج کس گھوڑے پر زین ڈالیں۔ اس نے کہا العلوی...... علوی گھوڑے پر ابو علی نے کہا محترم ذرا اچھے الفاظ استعمال کرو رئیس شرمندہ ہوگیا اور اس نے کہا منہ سے نکل گیا۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے، پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے' امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ ''رائے ٹھیک کرنے کے لیے'' انھوں نے اس مقولہ مشہور کی طرف اشارہ کیا لا رأی لحاقنٍ (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابل اعتبار نہیں)۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



مرزا غالب کے خاص خاص شاگرد اور دوست جن سے ان کی نہایت بے تکلفی تھی، اکثر شام کو ان کے پاس بیٹھتے تھے، مرزا اس وقت بہت پر لطف باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک روز ان کے چہیتے شاگرد میر مہدی مجروح بیٹھے تھے اور مرزا پلنگ پر پڑے کراہ رہے تھے۔ میر مہدی ان کے پاؤں دبانے لگے۔'' مرزا نے کہا: ''بھئی تو سید زادہ ہے، مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے؟'' انھوں نے نہ مانا اور کہا: ''آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو پھر دبانے کی اجرت دے دیجیے گا۔'' مرزا نے کہا: ''ہاں اس کا مضائقہ نہیں۔'' جب میر مہدی پیر دبا چکے تو انھوں نے اجرت طلب کی۔ مرزا نے کہا: ''بھیا! کیسی اجرت؟ تم نے میرے پاؤں دبائے، میں نے تمھارے پیسے

دبائے۔حساب برابر ہوا۔“



ایک شخص کے پانچ سو دینار چوری ہوگئے، وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا، حاکم نے ان سب سے کہا کہ میں تم سے کسی کو ماروں گا نہیں، بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈور ہے جو ایک اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے، تم سب اس میں جاؤ اور ہر ایک شخص ڈور کو ہاتھ لگا کر پھر ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آتا رہے، یہ ڈور چور کے ہاتھ پر لپٹ جائے گی اس شخص نے ڈور کو کوئلہ سے کالا کر دیا، تو ہر شخص نے ڈور پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کو کھینچا مگر ان میں سے ایک شخص نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا جب سب لوگ باہر آ گئے تو اس کے ہاتھوں کو دیکھا سب کے سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے اسی کو پکڑ لیا گیا جو بعد میں اقراری ہوگیا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دن ایک بزرگ سید سردار مرزا، شام کے وقت مرزا غالب سے ملنے کے لیے آئے۔تھوڑی دیر بعد ٹھہر کر وہ جانے لگے تو مرزا خود اپنے ہاتھ میں موم بتی لے کر اٹھے تاکہ انھیں اپنا جوتا تلاش کرنے میں دقت نہ ہو، سید صاحب نے کہا: ”آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ میں خود اپنا جوتا تلاش کر لیتا۔“ مرزا کہنے لگے: ”حضرت! میں موم بتی اس لیے لایا ہوں کہ کہیں آپ غلطی سے میرا جوتا نہ پہن کر چلے جائیں۔“



مرزا غالب کو آم بہت پسند تھے لیکن ان کے ایک دوست حکیم رضی الدین خاں کو آم بالکل نہیں بھاتے تھے۔ ایک دن وہ مرزا کے پاس بیٹھے تھے کہ گلی میں سے ایک گدھا گزرا۔ وہاں آموں کے چھلکے پڑے تھے۔ گدھے نے ان کو سونگھ کر چھوڑ دیا۔ حکیم صاحب نے کہا: ''دیکھیے مرزا صاحب! آم ایسی چیز ہے جسے گدھا بھی نہیں کھاتا۔'' مرزا غالب نے کہا: ''بے شک، گدھا آم نہیں کھاتا۔''



مجالد بن سعید کہتے ہیں میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ شریح لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور حیلہ باز ہے، اس کی کیا اصل ہے، انھوں نے مجھ سے اس کی وجہ بیان کی کہ شریح (قاضی) طاعون کے زمانہ میں نجف کی طرف چلے گئے تھے اور جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آ کر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور ان کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا، جب اس پر عرصہ گزر گیا تو انھوں نے (یہ ترکیب کی) ایک بانس کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستینیں باہر کو کر دی اور اپنی ٹوپی اڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا، اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آ کر کھڑی ہوگئی تو شریح نے پیچھے سے آ کر دفعتہً اس کو پکڑ لیا، اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک اور حیلہ ساز ہیں۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



ایک روز مرزا غالب بہادر شاہ ظفر کے ساتھ آموں کے باغ میں ٹہل رہے تھے۔ پیڑ رنگ برنگ کے آموں سے لدے ہوئے تھے۔ مرزا بار بار آموں کی

طرف غور سے دیکھتے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''مرزا کیا دیکھتے ہو؟'' مرزا نے عرض کیا: '' پیرو مرشد! کہا جاتا ہے کہ دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی آم پر میرا نام بھی لکھا ہے یا نہیں؟'' بادشاہ مسکرائے اور اسی روز آموں کا ایک ٹوکرا مرزا غالب کے گھر بھجوا دیا۔



سعید بن العاص کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بیمار ہوگیا اور اس کی کوئی خدمت کرنے والا اور خبر گیری کرنے والا موجود نہ تھا اس نے سعید کو بلا کر کہا کہ میرا کوئی وارث آپ کے سوا نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مر جاؤں ان کو تم نکال لینا، سعید نے اس کے پاس سے باہر نکل کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مولیٰ کے ساتھ برا معاملہ کیا اور اس کی خبر گیری میں بہت کوتاہی کی، اب اس کی خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا، پھر جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا اور اس کے جنازے کے ساتھ موجود بھی رہے جب فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے سارا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا (کیوں کہ یہ مرنے والے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی) اور جس سے کفن خریدا تھا وہ کفن کی قیمت مانگنے آیا تو اس سے (جھنجلاہٹ میں) کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی قبر کھود کر اس کا کفن کھینچ لاؤں۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دفعہ ایک شخص نے سر سید احمد کو خط لکھا کہ اگر نماز میں بجائے عربی عبارت کے اس کا اردو ترجمہ پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج اور نقصان تو نہیں؟ سر سید نے جواب

دیا: ''ہرگز کوئی حرج اور نقصان نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔''



مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے وہ رونے لگی میں نے کہا اے: ابو امیہ (شریح کی کنیت ہے) میرے خیال میں یہ غمزدہ مظلومہ ہے انھوں نے جواب دیا اے شعبی یوسف کے بھائی بھی تو رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے۔

(لطائفِ علمیه، اردو ترجمه کتاب الاذکیا)



قریش کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ شریح اپنی ایک اونٹنی فروخت کرنا چاہتے تھے۔ خریدار نے کہا اے ابو امیہ اس کا دودھ کیسا ہے، انھوں جواب دیا کہ جس برتن میں چاہو دودھ لو (اس سے کنایۃً یہ وصف مراد ہوسکتا ہے کہ بہت دودھ دیتی ہے جس سے بڑے سے بڑا برتن بھی بھر جائے گا) اس نے پوچھا کہ رفتار کیسی ہے؟ جواب دیا کہ بستر بچھا کر سو جاؤ (یہاں بھی کنایۃً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بہت سبک رفتار ہے مگر حقیقی معنی اور ہی ہیں) پھر اس نے پوچھا خصلت کیسی ہے تو جواب دیا کہ جب تم اس کو اونٹوں میں دیکھو گے تو اس کی جگہ پہچان لو گے اپنا کوڑا لٹکاؤ اور روانہ ہو جاؤ، اس نے کہا کہ اس کی طاقت کا کیا حال ہے تو جواب دیا دیوار پر جتنا بوجھ چاہو لاد سکتے ہو، اس نے خرید لیا لیکن اس کی بیان کی ہوئی کوئی صفت بھی ان میں نہ پائی تو اس نے شریح کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اس میں ایسی کوئی صفت بھی نہیں پائی جو آپ نے ظاہر کی تھی، شریح نے کہا میں نے تجھ سے جھوٹ نہیں

بولا۔ (تیری سمجھ کا قصور ہے)

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



دارقطنی کہتے ہیں کہ ہم بندار کے ہاں تھے انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حدیث بیان کی اور کہا، عَن عائشه قال قالت رسول الله یہ سن کر ایک شخص نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اللہ کی پناہ تم کتنے زبردست فصیح ہو، اس نے کہا کہ ہم جب روح کے پاس سے پڑھ کر نکلتے تو ابوعبیدہ کے ہاں چلے جاتے (اس لیے فصاحت بہت ہے) تو وہ شخص کہنے لگا ہاں یہ فصاحت تم پر ظاہر ہو رہی ہے (اس نے قال کے بجائے قالت اور قالت کے بجائے قال پڑھا تھا)

حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی



مولوی نذیر احمد دہلوی حیدر آباد میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ ان کا تبادلہ کسی دوسرے شہر ہوگیا۔ وہاں کے ایک رئیس ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات وہ اپنا شجرہ نسب نکال کر بتانے لگے کہ فلاں ہمارے رشتہ میں دادا لگتے تھے۔ فلاں نانا اور فلاں ہمارے ماموں جان تھے وغیرہ۔ نذیر صاحب جب ان کی گفتگو سے تنگ آ گئے، تو کہنے لگے معاف کیجیے گا۔ اس وقت میرا شجرہ نسب میرے پاس نہیں ہے، ورنہ میں بھی آپ کو بتاتا کہ ہمارا سلسلہ بھی بابا آدم سے ملتا ہے۔"



دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک

کان پکڑ رکھا تھا، اس دوران میں ایک شخص آ گیا، دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کر دو گے وہ ہمیں منظور ہوگا، اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہوتو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے، دونوں نے ایسا حلف کر لیا، پھر اس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو دونوں نے چھوڑ دیے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لے کر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)۔ (کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



جاحظ کہتے ہیں کہ ایک معزز شخص بغداد آیا اور اس نے اپنے والد کو خیریت کی اطلاع دینے کے لیے خط بھیجنا چاہا تو وہاں کوئی خط لے جانے والا نہیں ملا تو یہ خود واپس گیا اور اپنے والد کو کہا کہ میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو میرے پہنچنے کی اطلاع دیر سے ملے لانے والا کوئی نہ تھا اس لیے یہ خط میں خود لے آیا ہوں یہ کہہ کر اس نے خط اپنے والد کے حوالے کر دیا۔

(حماقت اور اس کے شکار)



ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے پاس عربی کی ایک کتاب تھی، دلی کے ایک مولوی صاحب اس کتاب کو دیکھنے کے شائق تھے، تعلقات کچھ اس قسم کے تھے کہ ڈپٹی صاحب نہ انکار کر سکے، نہ دینا چاہتے تھے۔ مولوی صاحب کے اصرار پر آخر انھیں ایک دن کتاب دینی پڑی۔ کتاب مولوی صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے ڈپٹی صاحب نے فرمایا۔ ’’کتاب تو بڑی اچھی ہے، لیکن اسکی جلد سؤر کے چمڑے کی ہے۔‘‘



مولوی صاحب نے یہ الفاظ سنے تو لاحول پڑھتے ہوئے فوراً پیچھے ہٹ گئے اور کتاب لینے سے انکار کر دیا۔



دو آدمی قاضی ضمضم کے پاس آئے ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا، مدعی علیہ انکاری تھا، مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں، اس نے دو گواہ پیش کیے جنھوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی، مدعی علیہ نے کہا قاضی صاحب ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجیے (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ وہ جانور ہنکانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعویٰ پر تیرے نزدیک اس سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے (جیسا دعویٰ ہے ویسے ہی گواہ ہیں) اٹھ اس کو وہ طنبورہ واپس دے۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیاً)



ابن خلف کہتے ہیں کہ ایک والی کے ہاں دو آدمی لڑ پڑے، اس کو ان دونوں کے مابین فیصلہ کرنا مناسب نہ سمجھا تو دونوں کی پٹائی لگا دی اور بولا اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونوں میں سے ظالم شخص کے فتنہ سے بچایا (یعنی ظالم کی میں نے پٹائی کر دی ہے)۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک مرتبہ مولانا حالی سہارن پور تشریف لے گئے اور وہاں ایک معزز رئیس کے پاس ٹھہرے جو بڑے زمیندار بھی تھے۔ گرمی کے دن تھے اور مولانا کمرے میں لیٹے ہوئے تھے۔ اسی وقت اتفاق سے ایک کسان آ گیا۔ رئیس صاحب نے اس سے کہا کہ یہ ''بزرگ جو آرام کر رہے ہیں ان کو پنکھا جھل۔'' وہ بے چارہ پنکھا جھلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے چپکے سے رئیس صاحب سے پوچھا کہ ''یہ بزرگ جو آرام کر رہے ہیں کون ہیں؟ میں نے ان کو پہلی مرتبہ یہاں دیکھا ہے۔'' رئیس نے جواب دیا: ''کم بخت! تو ان کو نہیں جانتا حالانکہ سارے ہندوستان میں ان کا شہرہ ہے۔ یہ مولوی حالی ہیں۔'' اس پر غریب کسان نے بڑے تعجب سے کہا: ''جی کبھی ہالی بھی مولوی ہوئے ہیں؟'' (وہ کسان حالی کو ہالی سمجھا جس کے معنی ہل چلانے والے کے ہیں۔)

مولانا لیٹے تھے۔ سو نہیں رہے تھے۔ کسان کا یہ فقرہ سن کر پھڑک اٹھے فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور رئیس صاحب سے فرمانے لگے: ''حضرت! اس تخلص کی داد آج ملی ہے۔''



امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے، بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں لقمہ دینے شروع کر دیے اور کہنے لگے کہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ تیری حدیثیں مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مرغوب ہیں پھر کہا کم عطاك (تمھارا وظیفہ کتنا ہے) میں نے کہا الفی درہم (دو ہزار درہم) تو اہل شام سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے عراقی نے جواب میں نحوی غلطی کی پھر خلیفہ نے سوال کیا کم عطاؤک (سوال کے دہرانے سے) منشاء یہ تھا کہ میں وہی الفاظ پھر کہوں تو وہ میری غلطی ظاہر کریں، میں نے جواب دیا الفادرہم۔ کہنے لگے کہ تم نے الفی درھم کیوں نہیں کہا میں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے بھی (کم عطاك کہکر) نحوی غلطی



کی تھی تو میں نے جواب میں (عمداً) غلطی کر دی کیوں کہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر چلوں تو کہنے لگے آپ نے ٹھیک کہا اور پھر شرمندہ ہوئے۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیاً)



مولانا حالی کے مقامی دوستوں میں مولوی وحید الدین سلیم (لٹریری اسسٹنٹ سرسید احمد خان) بھی تھے جب یہ پانی پت میں ہوتے تو روزانہ مولانا حالی کے پاس جا کر گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک روز صبح ہی صبح پہنچے۔ مولانا نے رات کو کوئی غزل کہی تھی وہ ان کو سنائی، سلیم سن کر پھڑک اٹھے اور کہنے لگے: ''مولانا واللہ جادو ہے۔'' مولانا کے بالا خانے کے نیچے ایک کوٹھڑی تھی وہ مولانا نے ایک مجذوب فقیر کو رہنے کے لیے دے رکھی تھی۔ وہ مجذوب باہر گلی میں بیٹھا دھوپ تاپ رہا تھا۔ جب اس کے کان میں یہ فقرہ پڑھا تو بے اختیار چلا اٹھا۔'' جادو برحق کرنے والا کافر'' مولانا نے مسکرا کر سلیم صاحب سے کہا...... ''لیجیے مولوی صاحب، سٹیفکیٹ مل گیا۔''



اکبر الٰہ آبادی کے مشہور ہو جانے پر بہت سے لوگوں نے ان کی شاگردی کا دعویٰ کر دیا۔ ایک صاحب کو دور کی سوجھی۔ انھوں نے خود کو اکبر کا استاد مشہور کر دیا۔ اکبر کو جب یہ اطلاع پہنچی کے حیدر آباد میں ان کے ایک استاد کا ظہور ہوا ہے، تو کہنے لگے: ''ہاں مولوی صاحب کا ارشاد سچ ہے، مجھے یاد پڑتا ہے میرے بچپن میں ایک مولوی صاحب الٰہ آباد میں تھے۔ وہ مجھے علم سکھاتے تھے اور میں ان کو عقل، مگر دونوں ناکام رہے، نہ مولوی صاحب کو عقل آئی اور نہ مجھ کو علم۔''



یزید بن مہلب نے ایک اعرابی کو خراسان کے ایک قصبے کا والی بنایا اس نے منبر پر چڑھ کر کہا الحمد للہ پھر بلند آواز سے کہنے لگا اے لوگو! دنیا سے ہوشیار رہو کیوں کہ تم اسے اللہ کے اس ارشاد کی طرح پاؤ گے،(یہ کہہ کر شعر پڑھا):

''اور دنیا کسی قبیلے کے لیے باقی نہیں اور نہ ہی کوئی قبیلہ دنیا میں باقی رہے گا۔

یہ سن کر اس کا کاتب بولا اللہ امیر کو نیکی دے یہ تو شعر ہے، تو اس نے کہا پھر فالندیا یاقیتہ علی احمد صحیح لفظ ہے، کاتب نے کہا نہیں، وہ پھر بولا پھر قبیقی علیما احد صحیح لفظ ہوگا، کاتب نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ پھر میں تجھے اب مجبور نہیں کرتا۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابراہیم نخعی کے بارے میں مغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی ایسا شخص تلاش کرتا جس سے وہ ملنا نہ چاہتے تو خادمہ باہر آ کر یہ کہہ دیتی تھی کہ مسجد میں دیکھو (یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں)۔

(کتاب الاذکیاء، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ



ایک دفعہ اکبرالٰہ آبادی سخت بیمار ہوگئے، جگر کی خرابی کی وجہ سے حکیموں نے تجویز دی کہ اونٹنی کا دودھ پیجئے! اکبرالٰہ آبادی مسکرا کر کہنے لگے:

''بڑھاپے میں جگر کی خرابی مجھے شیر خوار بنا رہی ہے، ماں باپ نے بچپن ہی میں غلطی کی، اگر کسی ''دراز قامت'' کا دودھ پلا دیتے، تو آج یہ اونٹنی کا دودھ کیوں تلاش کرنا پڑا۔''



شجاع مستعین باللہ کے پاس آیا اس کی قبا ایک طرف سے پھٹی ہوئی تھی۔ مستعین نے اس سے پوچھا یہ کیسے پھٹ گئی، اس نے کہا میں ایک گلی سے گزر رہا تھا وہاں کتا تھا میں نے اس کی قمیص پر پاؤں رکھ دیا اس نے میری دم پھاڑ ڈالی یہ سن کر مستعین اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکا۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مولانا محمد علی جوہر، مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر اور شوکت علی تین بھائی تھے، شوکت صاحب منجھلے تھے۔ انھوں نے 52/54 سال کی عمر میں ایک اطالوی خاتون سے شادی کر لی۔ اخباری نویس نے اور سوالات کرنے کے بعد مولانا شوکت علی سے پوچھا کہ آپ کے بڑے بھائی گوہر ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی جوہر، آپ کا کیا تخلص ہے تو فوراً بولے: ''شوہر۔''



مروی ہے کہ ایک شخص نے آ کر ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں نے ایک شخص کا برے کلمات سے ذکر کیا، اس کو بھی میری گفتگو کی اطلاع ہوگئی، (اب میں دفع مضرت کے لیے اس کے دل سے اثر زائل کرنا چاہتا ہوں) تو کس عنوان کے ساتھ اس سے معذرت کروں کہنے لگے کہہ دی جیو! واللہ ان اللہ لیعلم ما قلت من ذالك من شیٔ (لفظ ما نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور موصولہ بھی معذرت کرنے والا موصولہ کا مفہوم اپنی مراد قرار دے گا تو یہ معنی ہوں گے، اللہ کی قسم! بے شک اللہ کو

بخوبی علم ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کہا تھا، جو کچھ مگر اتنے تاکیدی اور حلفیہ بیان سے مخاطب کا ذہن نافیہ کی طرف منتقل ہوگا، نافیہ کی صورت میں یہ معنی ہوں گے اللہ کی قسم بے شک اللہ بخوبی جانتا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا)

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی ؒ)



نصر بن مقبل نے جو رشید کی طرف سے رقہ کا عامل تھا حکم دیا کہ بکری کو حد کے طور پر کوڑے لگائے جائیں اسے کہا گیا کہ یہ تو جانور ہے۔ اس نے کہا کہ حدود کسی سے معطل نہیں ہوتی اور اگر میں معطل کروں تو میں بدترین والی ہوں یہ خبر رشید کو بھی پہنچی اس نے نصر کو بلوا کر پوچھا کہ تم کون ہو، اس نے کہا بنو کلاب کا غلام یہ سن کر رشید خوب ہنسا اور کہا کہ حکم کے بارے میں آپ کی نظر کیا ہے، اس نے کہا کہ جانور اور انسان میں نزدیک حقوق برابر ہیں اگر حق کسی جانور پر واجب ہو جائے چاہے وہ میری ماں یا بہن ہی کیوں نہ ہو میں اس پر حد جاری کروں گا اور اللہ کے اس حق کے بارے میں ملامت کروں گی ملامت مجھے نہیں روک سکتی، تو رشید نے یہ حکم دیا کہ آئندہ اس سے کسی معاملے میں مدد نہ لی جائے۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی ؒ)



جب سعادت حسن منٹو لاہور کے دماغی شفا خانے میں زیر علاج تھے تو ایک دن ان کی بیوی کھانا لے کر وہاں آئی۔

"یہ کیا ہے؟" منٹو نے سالن کی طرف دیکھ کر کہا:

"مرغ کا گوشت ہے۔" بیوی نے جواب دیا، منٹو نے پلیٹ کو بغور دیکھتے

ہوئے پوچھا: ''لیکن مرغ کی ٹانگ کہاں ہے!''

اس کی بیوی نے بتایا کہ مرغ کی ٹانگ کھانے کی ڈاکٹر نے اجازت نہیں دی، صرف مرغ کے شوربے ہی سے کھانا کھانے کے لیے کہا ہے۔

منٹو نے یہ بات سن کر بیخ پا ہوتے ہوئے کہا:

''واہ یہ بھی عجیب بات ہے، مرغ کی ٹانگ کے بغیر مرغ کا گوشت کیا معنی رکھتا ہے، مرغ کی ٹانگ تو محاورے میں استعمال ہوتی ہے۔''

بیوی نے بہت کوشش کی کہ منٹو کھانا کھالے لیکن منٹو اپنی بات پر بضد رہا، وہی مرغ کی ایک ٹانگ۔



عابد روڈ پر اورینٹ ہوٹل حیدرآباد کے ادبا وشعرا کی آماجگاہ ہوا کرتا تھا، سر شام اکثر احباب وہاں ایک دوسرے سے ملنے اور اپنے اپنے کارناموں کی خبر دینے وہاں پہنچ جاتے ایک بار مرحوم شاذ تمکنت کو کشمیر سے مشاعرے کا دعوت نامہ ملا اور اس کے ساتھ ہی ہوائی جہاز کے آنے جانے کے ٹکٹ بھی ارسال کیے گئے۔

شاذ تمکنت اورینٹ ہوٹل آئے اور احباب کے ساتھ بیٹھ گئے، ان میں مجتبیٰ حسین بھی تھے، انھوں نے وہ ہوائی جہاز کے ٹکٹ میز پر رکھ دیئے اور ہر آنے جانے والے کو ہوشیار کرتے:

''بھئی ذرا دیکھ کے، یہاں ہوائی جہاز کے ٹکٹ رکھے ہوئے ہیں۔''

بیرا جب بھی آتا، شاذ اسے آگاہ کرتے۔

بار بار یہی واقعہ پیش آیا۔

اس کے بعد برابر کی میز سے ایک زور دار قہقہہ بلند ہوا۔

مجتبٰی نے فوراً آواز لگائی۔ ''بھئی، ذرا آہستہ ہنسو، یہاں ہوائی جہاز کے ٹکٹ رکھے ہوئے ہیں!''



علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ ان کے پاس حجام ان کے بال بنا رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس مقام پر سفید بال ہوتے ہیں ہمیشہ اسی جگہ کو لپٹا رہتا ہے تو ان میں کیوں اضافہ کرتا رہا ہے اس نے کہا اضافہ کس طرح جب کہ (میں سفید بال کاٹتا رہتا ہوں آپ کی گفتگو ظرافت پر مبنی تھی) آپ نے فرمایا کہ (جتنا تو ان کا پیچھا کرتا ہے) ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اب تو سیاہ بالوں کو لپٹا کرتا کہ ان میں اضافہ ہو۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



سقراط کی بیوی ایک شعلہ مزاج عورت تھی۔ کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا جب وہ سقراط سے بلا وجہ نہ لڑتی ہو۔

ایک دن جب وہ تھکا ہارا گھر پہنچا تو اس کی بیوی نے اسے سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ سقراط اپنی عادت کے مطابق خاموشی سے سر جھکائے بیوی کی خرافات سنتا رہا۔ سقراط کی خاموشی سے اس کی بیوی کو مزید غصہ آ گیا اور اس نے طیش میں آ کر پانی کی بھری ہوئی دیگچی سقراط کے سر پر دے ماری۔

اس پر سقراط نے صرف اتنا کہا: ''گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا۔''

(اخبار جہاں ۳۰ ستمبر ۲۰۰۲ء)



ابوالحسن بن ہلال الصابی کہتے ہیں کہ وزیر ابوالفرج محمد بن جعفر کا گھوڑا کوئی گڑ بڑ کرتا تو یہ تادیباً اس کا چارہ بند کر دیتا جب سائیں چارہ کھلانے کی اجازت مانگتے تو کہتا کہ ہاں اسے کھلا دو مگر اسے یہ مت بتانا کہ مجھے معلوم ہے۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سنا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی، میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دے دوں گا، میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا، پھر میں نے کہا اے اعرابی ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا لاؤ میں نے اس کو ستو دے دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا، اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دے دیجیے، میں نے کہا پانچ درہم میں ملے گا، اس سے کم نہیں کیا جائے گا۔ (اب ایسا ہی وہ حاجت مند تھا اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لیے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



قتیل شفائی نے ایم۔ اسلم سے اپنی اولین ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے کہا:
"کتنی عجیب بات ہے کہ میں اسلم صاحب کی کوٹھی میں ان سے ملنے گیا۔
لیکن اس کے باوجود ان کا تازہ افسانہ سننے سے بال بال بچ گیا۔"

16010

''ناممکن ہے۔''

احباب میں سے ایک نے بات کاٹتے ہوئے فوراً تردید کر دی۔

''سنیے تو!''

قتیل نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا:

''ہوا یوں کہ انتہائی خاطر و مدارات کے بعد جب اسلم صاحب اپنا نیا افسانہ سنانے کے موڈ میں آنے لگے تو انھوں نے کہا: ''قتیل صاحب! آپ کی کچھ نظمیں ادھر میری نظر سے گزری ہیں۔ آپ تو خاصے معقول شاعر ہیں۔ مگر نہ جانے عام لوگ ہر ترقی پسند شاعر کے بارے میں کیوں بدگمانی کا شکار ہیں اسلم صاحب کی اس بات کے جواب میں نہایت انکسار کے کام لیتے ہوئے میں نے کہا ...... جی ہاں! واقعی عام لوگ بہت غلط فہمیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ دیکھیے نا! اب آپ کے بارے میں بھی یوں تو یہی بات مشہور ہے کہ آپ ہر نو وارد مسلمان کی تواضع کرنے کے بعد اپنا کوئی نیا افسانہ ضرور سناتے ہیں...... حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ابو الاثر حفیظ جالندھری ایک بار جوتے خریدنے انارکلی گئے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ دکاندار اتنی مشہور شخصیت کو اپنی دکان میں دیکھ کر خوش نہیں ہوا، انھوں نے سوچا کہ ممکن ہے وہ انھیں پہچان نہ سکا ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنا تعارف کرایا۔ ''میں حفیظ ہوں۔''

اس نے پھر بھی کسی جوش و خروش کا مظاہرہ نہ کیا تو حفیظ جالندھری نے کہا:



''میں نے پاکستان کا ترانہ لکھا ہے۔'' دکاندار نے رسمی طور پر تعریف کے انداز میں سر ہلایا۔ اس پر حفیظ صاحب نے اسے یاد دلایا کہ وہ شاہنامہ اسلام کے خالق ہیں مگر دکاندار نے پھر بھی انھیں خاص اہمیت نہ دی۔ حفیظ جالندھری نے یہ صورت حال دیکھی تو جھنجلا کر کہا: ''بھئی میں ابوالاثر حفیظ جالندھری ہوں۔''

یہ سن کر دکاندار نے نہایت گرم جوشی سے ان سے مصافحہ کیا اور بولا: ''آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی میں بھی جالندھر کا ہوں۔''



ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک عرب دیہاتی نے اپنے بھائی سے کہا کہ کیا تو دودھ کی چھاچھ کھنکارے ہوئے پی سکتا ہے؟ اس نے کہا ہاں! دونوں نے اس شرط پر ایک رقم طے کر لی جب اس نے پیا تو گلے میں تکلیف ہوئی تو اس نے (کھنکھارنے کی ترکیب نکالی اور) کہا کبش املح و نبتٌ اقج و انا فیہ اسجح (ان کلمات سے معنی مقصود نہیں، معنی یہ ہیں مینڈھا چت کبرا ہے اور گھاس خراب ہے اور میں اس میں نرمی اختیار کر رہا ہوں، مقصود کھنکھار کا بدل ح کو بنانا ہے) بھائی نے کہا تو کھنکھار رہا ہے تو اس نے کہا: من تخنح فلا افلح (جو کھنکھارے گا وہ نفع میں نہ رہے گا) ایسے الفاظ سے جواب دیا کہ پھر کھنکھار پیدا ہوگئی)

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیأ)



ایک دن سید انشاء اللہ خاں انشاء نواب صاحب کے ساتھ بیٹھ کھانا کھا رہے تھے۔ گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے اتار کر رکھ دی تھی۔ منڈا ہوا سر دیکھ کر نواب صاحب کی طبیعت میں چہل آئی، ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک دھول ماری۔ انشا نے

جلدی سے ٹوپی پہن لی، اور کہنے لگے: ''سبحان اللہ! بچپن میں بزرگوں سے سنا کرتے تھے، وہ بات سچ ہے کہ ننگے سر کھانا کھاتے ہیں تو شیطان دھولیں مارتا ہے۔''



الٰہ آباد کے مشاعرے میں فراق کو اپنی عادت کے خلاف کافی دیر بیٹھنا پڑا اور دوسرے شاعروں کو سننا پڑا۔ فراق کی موجودگی میں جن شاعروں نے پڑھا وہ سب اتفاق سے پاٹ دار آواز اور گلے باز تھے۔ باری باری آئے اور پھیکی غزلوں کو سر تال پر گا کر چلے گئے۔ جب فُراق کا نام پکارا گیا تو سب شاعر ایک قطار سے ان کے سامنے ہی بیٹھے تھے۔ فراق مائیک پر آئے ان شاعروں کی طرف ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور اعلان کیا: ''حضرات آپ اب تک قوالی سن رہے تھے، اب شعر سنیے۔''



ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا اس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا، اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اس کے گھر والوں میں ایک بیوی اور دو بیٹے اور بیٹیاں تھیں یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لیے مرغی بھون کر لے آنا، جب ناشتہ تیار ہو کر آ گیا تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک دستر خوان پر بیٹھ گئے ہم نے وہ بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان تقسیم کرے۔ اس نے کہا: تقسیم کرنے کا کوئی احسن طریقہ تو میں نہیں جانتا، لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں۔ ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں، اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور وہ مجھے دیا اور کہا رأس (یعنی سر)

رئیس کے لیے پھر دونوں بازو کاٹے اور کہا دونوں بازو دونوں بیٹوں کے، پھر دونوں پنڈلیاں کاٹیں اور کہا ساقین دونوں بیٹیوں کی پھر پیچھے سے دم کا حصہ کاٹا اور بولا عجز (یعنی چوتڑ والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کے لیے، پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا، اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا، جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیاں بھون لینا، پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم نے اس سے کہا تقسیم کیجیے تو کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ صاحبان کو میری شام کی تقسیم قابل اعتراض لگی۔ ہم نے کہا نہیں ایسا نہیں ہوا آپ تقسیم کیجیے کہنے لگا جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا، تو کہا بہتر! تو یہ تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی، پورے تین ہوگئے (یہ کہہ کر) ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی، پھر کہا اور تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہوگئے۔ (یہ کہہ کر) دوسری مرغی ان کی طرف پھینک دی، پھر کہا میں اور دو مرغیاں پورے تین ہوگئے اور خود دو مرغ لے کر بیٹھ گیا، پھر ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمھیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اسی طرح صحیح آ سکتی ہے، ہم نے کہا اچھا تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجیے، یہ سن کر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے اس نے سامنے رکھ لیا اور بولا: تو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہوگئے (یہ کہہ کر) میری طرف ایک مرغی پھینک دی اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی اور میں اور تین مرغیاں ملکر چار ہوگئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: اے اللہ تیرا بڑا احسان ہے تو نے مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



ابو اسحاق صابی سے حکایت ہے کہ ایک مشہور بڑا عجمی کاتب جو ابو العباس ابن درستویہ کے نام سے معروف تھا، ابو الفرج محمد بن عباس کی مجلس میں حاضر ہوا وہ اپنے والد ابو الفضل کی تعزیت کے لیے بیٹھا تھا اس کی موت کی خبر اہواز سے پہنچی تھی، ابو الفرج کے گرد مملکت کے رئیس اور زعماء بیٹھے تھے یہ اپنے باپ کے بعد دیوان کا والی بن گیا تھا، جب ابن درستویہ اس کی مجلس میں بیٹھا تو اس نے روتے ہوئے کہا کہ یہ افواہ پر مبنی خبر ہے، تو ابو الفرج نے کہا نہیں کئی خطوط آ چکے ہیں، کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اس نے کہا ان سب کو چھوڑو یہ بتاؤ تمھارے اپنے والد کا لکھا کوئی خط آیا تو ابو الفرج نے کہا کہ اگر ان کا لکھا ہوا خط آتا تو ہم یہاں تعزیت کے لیے کیوں بیٹھتے لوگ سب ہنسنے لگے۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



فراق کے پاس لوگ طرح طرح کی فرمائشیں لے کر آیا کرتے تھے، ان میں وہ شاعر بھی ہوتے تھے جو اپنا مجموعہ کلام شائع کرانے والے ہوتے تھے اور چاہتے تھے کہ فراق ان کی کتاب پر لکھ دیں...... کچھ بھی تاکہ بازار میں اس کی قیمت میں اضافہ ہو جائے۔ ایک شاعر کسی دور دراز مقام سے آیا اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:
''میری غزلیں ہندوستان کے تمام رسالوں میں چھپتی رہی ہیں آپ نے پڑھا ہوگا؟''

فراق تیوری چڑھا کر بولا: ''ان میں بواسیر کے اشتہار بھی چھپتے ہیں تو کیا میں سب پڑھتا ہوں؟''



ایک صاحب مولانا عبدالحلیم شرر سے ملنے گئے، صبح کا وقت تھا۔ مولانا



تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ بے کار لوگوں کا آنا پسند نہیں کرتے تھے، تھوڑی دیر تک وہ صاحب ادھر ادھر کی باتیں کر کے رخصت ہوگئے اور مولانا پھر اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ صاحب پھر آگئے جس پر مولانا نے دریافت کیا: ''کہیے...... کچھ کہنا بھول گئے تھے......؟'' وہ صاحب جواب میں بولے۔

''نہیں...... میں بھولے سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔''

(مزاحیات کا انسائیکلو پیڈیا)



عیسیٰ بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنا دیا گیا اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کر لیا اور کہا تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو، ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا، یہ سن کر اس نے کہا پھر تو یہ ضروری بات ہے کہ تم نے اس کی دیت (خون بہا) ادا کی ہوگی؟ ان لوگوں نے جواب دیا ''نہیں'' اعرابی نے کہا واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک اس کی دیت نہ دے دو گے، پھر جب تک ان سے دیت نہ وصول کی جانے نہ دیا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



فراق، حکیم ناطق لکھنوی کے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب نے جیسے ہی ایک مریض کا طبی معائنہ ختم کیا مریض نے سوال کیا:

''کھانے پینے کے سلسلے میں کچھ پرہیز بھی بتائیں گے؟''

''گرم چیزوں سے پرہیز کیجیے گا'' حکیم صاحب بولے۔

''گرم چیزیں۔'' مریض نے سوالیہ نظروں سے حکیم صاحب کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ حکیم صاحب کچھ کہیں، فراق صاحب جلدی سے بول پڑے: ''جی ہاں! گرم چیزیں مثلاً آگ۔''



ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انھوں نے اس سے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انھوں نے نکاح کر دیا، اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کیا کرتا ہے، اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہوسکتا ہے اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جماعت سے چندہ اکٹھا کیا کہ وہ ان کے لیے پچاس کتابیں لکھیں گے، چنانچہ قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر چندہ جمع کیا، لیکن مرزا صاحب نے چار کتابیں لکھ کر لکھنا بند کر دیا۔ قادیانیوں نے مرزا سے کہا کہ آپ نے تو پچاس کتابوں کا چندہ جمع کیا تھا، چنانچہ مرزا نے ایک کتاب اور لکھ کر ہمیشہ کے لیے بریک لگا دی قادیانیوں نے پھر واویلہ کرنا شروع کر دیا، مرزا تنگ آ کر بولا پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہی تو ہے اور صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔



ابو بکر خطاط کہتے ہیں کہ ایک فقیہ شخص کا خط بہت بھدا تھا دوسرے فقہا اس پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمھارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہوسکتا وہ ان کے اس اعتراض سے جھلایا کرتا تھا، ایک دن بازار میں اس کی ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی، اس کا خط اس کے خط سے بھی بدتر تھا، تو اس نے کشادہ دلی سے اس کی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا اور اس کتاب کو لے کر آیا تا کہ فقہا پر اپنی حجت قائم کرے جب وہ اس کو پڑھیں، جب یہ ان کے پاس آیا تو پھر انھوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا اور اس نے کہا (تمھارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ برا کوئی خط نہیں ہوسکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے اور میں نے اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے تا کہ تمھارے اعتراضات سے چھٹکارا ملے اور وہ کتاب ان کے آگے رکھ دی، انھوں نے اس کے صفحات الٹنے شروع کر دیے، جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان ہی حضرت کا نام لکھا ہوا تھا انھوں نے اس کتاب کو بھی جوانی میں لکھا تھا، ان کو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مولانا ثناء اللہ امرتسری ہندوستان کے جید علماء میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا شیعوں سے مناظرہ ہوا شیعوں کا موقف تھا کہ وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے، طے شدہ وقت کے مطابق مولانا تشریف لائے، اسٹیج پر جاتے ہوئے اپنا جوتا بغل میں دبا لیا حاضرین کو یہ بات بری محسوس ہوئی، انھوں نے پوچھا مولانا صاحب سمجھ دار ہونے کے باوجود یہ کیسی معیوب حرکت ہے، انھوں نے کہا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شیعہ جوتے چور تھے، اس لیے میں نے اپنا جوتا سنبھالا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے۔ شیعہ

فوراً بولے مولانا صاحب ''جھوٹ'' شیعہ نبی کریم ﷺ کے دور میں تھے ہی نہیں۔



علامہ اقبال کو آم بہت پسند تھے ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر نے آم کھانے سے منع کر دیا، علامہ اقبال نے ڈاکٹر سے ایک آم کھانے کی اجازت لی۔ اگلے دن ڈاکٹر چیک اپ کرنے آیا تو میز پر دو کلو کا آم پایا، ڈاکٹر نے کہا میں نے آپ کو آم منع کیے تھے، علامہ اقبال نے کہا میں نے تو ایک آم کی اجازت لی تھی۔ (لطائف اقبال)



ابو اسحاق جہمی کہتا ہے کہ جب حجاج (ملک میں) پھرنے لگا تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہماری نسبت کیا خیال ہے تو دونوں نے بھیس بدل لیا اور نکل گئے، ان کا گزر ابو لہب کے غلام مطلب پر ہوا انھوں نے اس سے کہا اے شخص: کچھ حجاج کا حال جانتا ہے۔ اس نے کہا: حجاج پر خدا کی لعنت۔ انھوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کب نکلے گا اس نے جواب دیا خدا اس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے مجھے کیا خبر، حجاج نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے تو اس نے کہا نہیں، حجاج نے کہا، میں حجاج بن یوسف ہوں، مطلب نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے، حجاج نے کہا نہیں اس نے کہا میں مطلب ہوں، ابو لہب کا غلام سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں آج میرا پہلا دن ہے، تو اس کو چھوڑ دیا اور گزر گیا۔ (لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



ایک دفعہ تلوک چند محروم ایک دعوت میں تاخیر سے پہنچے تو دیکھا کہ سارا کھانا



ختم ہو چکا ہے اور لوگ کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف ہیں، تلوک چند محروم کو کھانے سے محروم دیکھ کر ایک شاعر دوست نے کہا:

''محروم بھائی اپنا تخلص تبدیل کر لیں تا کہ آئندہ بھی محروم نہ رہنا پڑے۔''



بیان کیا گیا کہ مزید ایک والی مدینہ کے ہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا، ایک دن دیر سے پہنچا۔ والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہو سکا اور اس پر میں نے قابو پا لیا، یہ سن کر والی غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو سنجیدہ ہے (اور یہ ضرور ماخوذ کرے گا) تو کہنے لگا میری پوری بات تو سن لیجیے، والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر بتانے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے اب تک میں کامیاب نہ ہو سکا۔ والی نے پوچھا: کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں اس نے کہا ہاں تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



وہ ڈرامہ نویس کم اور ریڈیو اسٹیشن کا افسر زیادہ تھا، شاید اسی وجہ سے ریڈیو اسٹیشن میں کام کرنے والے کچھ ادیب غیر معمولی توجہ اور تکلف سے اس کا لکھا ہوا نیا ڈرامہ سن رہے تھے، جب وہ تمام مسودہ پڑھ چکے، تو فکر تونسوی اپنے اوپر قابو رکھتے ہوئے چیخ اٹھا: ''یہ ڈرامہ آپ نے کب لکھا ہے؟''

''رات پچھلی رات...... بس ایک ہی نشست میں پورے کا پورا لکھ

ڈالا ہے۔'' ڈرامہ نگار افسر نے داد طلب نگاہوں سے فکر تونسوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''لیکن میں آج سے پانچ سال پہلے ممتاز مفتی کی ایک کہانی پڑھ چکا ہوں اور میرے ناقص خیال میں آپ نے اسی کہانی کے تمام کرداروں اور مرکزی خیال کو اپنے ڈرامے میں اپنا لیا ہے۔''

''ممتاز مفتی کی کہانی ...... پانچ سال پہلے...... ؟'' انھوں نے فکر مند ہوتے ہوئے کہا اور پھر خود ہی کچھ محجوب سا ہو کر بولے:

''تو اس کا مطلب ہے کہ ممتاز مفتی نے بھی میک ڈوگل کا وہ کیس پڑھ کر کہانی لکھی تھی، جسے میں نے اپنے ڈرامے میں پیش کرنا چاہا ہے۔''



حویطب بن عبدالعزی کی عمر ایک سو بیس سال تک پہنچ گئی تھی ان کی عمر کے ساٹھ برس جاہلیت میں گزرے اور ساٹھ برس اسلام میں، جب مروان بن الحکم مدینہ کا والی (حاکم) بن گیا تو حویطب اس کے پاس گئے اس سے مروان نے کہا تمھاری کیا نیت ہے، تو حویطب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا، مروان نے اس سے کہا بڑے میاں تمھارا اسلام پیچھے جا رہا، یہاں تک کہ تم سے کم عمر نوجوان سبقت لے گئے، حویطب نے کہا اللہ کی قسم! بہت مرتبہ میں نے اسلام قبول کرنے کا پختہ ارادہ کیا مگر ہر مرتبہ تمھارے باپ (حکم) نے دیر کرا دی اور مجھے منع کرتا اور یہ کہتا رہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو محمد ﷺ کے دین کے لیے چھوڑ رہا ہے تو مروان چپ ہو کر رہ گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس پر شرمندہ ہوا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



مولانا بسمل شاہ جہانپوری نے اپنی ریش مبارک کو کریدتے ہوئے پریشان سا ہوکر اپنے ایک دوست سے کہا:

''صاحب! میں اپنا دیوان شائع کرنا چاہتا ہوں لیکن پریشانی یہ ہے کہ اس کے لیے مناسب نام نہیں سوجھ رہا ہے۔ اپنے تخلص کی رعایت سے مجموعہ کا نام رکھنا چاہتا ہوں ، جیسے حضرت فانی بدایونی کے مجموعہ کا نام ''باقیات فانی''، مخمور دہلوی کے مجموعہ کا نام ''بادۂ مخمور'' جوش ملیسانی کے مجموعہ کا نام ''بادہ سرجوش'' ہے۔

ان کے دوست نے نہایت نیازمندی سے دریافت کیا:

''تو اس لحاظ سے آپ کی کتاب کا نام ''مرغ بسمل'' کیسا رہے گا۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



احسان دانش کو کسی شہر سے مشاعرے والے مدعو کرنے آئے۔ احسان دانش نے رسمی گفتگو کے بعد ہامی بھر لی۔ وہ لوگ چلے گئے تو احسان دانش کے ایک چہیتے شاگرد ایوب شاہد نسیم آ گئے۔ انھوں نے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کیا، احسان دانش نے منتظمین مشاعرہ کو ٹیلی گرام بھیجی:

''میرے ساتھ ایوب شاہد نسیم بھی آ رہے ہیں۔''

دوسرے ہی دن، منتظمین کا جوابی تار آیا:

''معاف کیجیے گا ہمارا بجٹ کم ہے ہم ان تین شاعروں کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے!'' (مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



عاویہ بن عبداللہ بن عامر سے ایک شخص نے کہا مجھے تم سے ایک ضرورت ہے کیا تم اسے پورا کرو گے؟ عبداللہ نے کہا ہاں اور مجھے بھی تم سے ایک حاجت ہے تم اسے پورا کر دو گے؟ انھوں نے بھی اقرار کر لیا، عبداللہ نے کہا آپ اپنی حاجت بیان کیجیے، معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے سب مکان اور جائداد جو طائف میں ہے۔ ہبہ کر دو عبداللہ نے کہا: ''کر دی'' معاویہ نے کہا اب تم اپنی حاجت کہو عبداللہ نے کہا: ''وہ سب مجھے واپس کر دو۔'' ان کو بھی کہنا پڑا کہ اچھا واپس کی۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



مولانا محمد علی جوہر نے سیتا پور میں ایک کھانے کی دعوت میں مہاتما گاندھی سے کہا: ''میں یہ سب سسرال کا مال سمجھ کر کھا رہا ہوں۔

مہاتما گاندھی بولے: ''وہ کیسے؟''

مولانا نے جواب دیا: ''میں رام پور کا ہوں اور یہ سیتا پور ہے اور رام اور سیتا کے رشتے کا، تو آپ کو علم ہی ہے۔''

(اردو ڈائجسٹ، فروری ٢٠٠٤ء)



ایک شخص نے امام ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں نصف درہم میں ایک گدھا کرایہ پر لے کر تمھارے پاس آیا ہوں تا کہ فلاں فلاں حدیث کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں۔ (یعنی اس نے نصف درہم کو علم حدیث پر ترجیح دی لہٰذا)

امام ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بقیہ نصف درہم پر پھر گدھا کرایہ پر لے کر واپس

لوٹ جاؤ۔

(کتاب الاذکیاء از امام محمد ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مشہور مزاح نگار کرنل محمد خان جہاں رہتے تھے۔ قریب ہی ان کے کوئی ہم نام بھی قیام پذیر تھے۔ ایک روز کسی صاحب نے ان کے دروازے پر دستک دی جس پر ملازم نے دروازہ کھول کر پوچھا۔

''فرمایئے......؟''

جواب میں ان صاحب نے دریافت کیا۔

''کرنل صاحب گھر پر ہیں۔''

ملازم بولا: ''جی ہاں...... آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں۔ میں انھیں اطلاع کرتا ہوں۔''

جب کرنل صاحب آئے تو اس اجنبی آدمی سے بڑے تپاک سے ملے اور پوچھا: '' فرمایئے! میں کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

اس پر اجنبی نے کہا:

''آپ کے بنگلے کے سامنے سے گزر رہا تھا، کرنل محمد خان لکھا دیکھا تو سوچا چائے پر دو گھڑی گپ شپ ہی ہو جائے۔''

کرنل صاحب نے اس کی خاطر تواضع کی اور جب وہ جانے لگے تو کرنل محمد خان کہنے لگے:

''صاحب! آپ اس گرمی کے موسم میں کرنل محمد خان کے چوتھے مہمان ہیں جو میری چائے پی کر جا رہے ہیں۔ اپنے کرنل دوست کو جا کر مشورہ

دیجیے گا کہ یا تو وہ اپنا نام بدل لیں یا پھر چائے کا بل ادا کر دیا کریں۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



جنرل ایوب کے دور میں جب پاکستان رائٹر گلڈ قائم ہوا تو اس کا دفتر ایکسلسیئر ہوٹل کراچی میں تھا۔ پہلے اجلاس کے موقع پر ملک کے دوسرے حصوں سے بھی ادیب اور شاعر کراچی آئے ہوئے تھے۔ ایک روز گلڈ کے دفتر میں اے حمید، شوکت صدیقی، ابراہیم جلیس اور چند دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ چند مزدور ایک بڑی سی لوہے کی الماری سیڑھیوں پر سے کھینچتے دھکیلتے اوپر لا رہے تھے۔ شور سن کر شوکت صدیقی نے پوچھا:

''کیسا شور ہے......؟''

اس زمانے میں ممتاز مفتی کا ضخیم ناول علی پور کا ایلی شائع ہوا تھا اور ادبی حلقوں میں اس کی ضخامت کے چرچے تھے۔ ابن انشاء نے اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف جھانکا جس پر شوکت صدیقی نے دریافت کیا:

''کیا اوپر چڑھا رہے ہیں......؟''

اس پر ابن انشاء بولے:

''کچھ نہیں...... مزدور مفتی کی کتاب علی پور کا ایلی رسوں کے ذریعہ اوپر کھینچ رہے ہیں۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)





امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ایک نحوی سبزی والے کے پاس رکا اور اس سے پوچھا کہ یہ بینگن ایک قیراط کے کتنے ملیں گے اس نے کہا خمسین (پچاس) نحوی نے کہا خمسون کہو پھر سبزی والے نے کہا چلوستین (ساٹھ) نحوی نے کہا ستون کہو اس طرح سو تک جا پہنچا (نحوی غلطی نکالتا رہا وہ بینگوں کی تعداد بڑھاتا رہا) سبزی والے نے کہا تو کئی سو سے بھی زیادہ لینا چاہتا ہے بہرحال میں اتنے تو نہیں دوں گا۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مبرد نے بیان کیا کہ ابی وہذیل کے شاگردوں میں سے ایک بصرے کا رہنے والا بغداد آیا اس نے بیان کیا کہ میں دو مخنثوں سے ملا میں نے ان سے کہا کہ میں قیام کے لیے کوئی جگہ چاہتا ہوں اور یہ شخص بہت بدصورت تھا ان میں سے ایک نے کہا واللہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا بصرے سے یہ سن کر دوسرے مخنث کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا لا الہ الا اللہ اے بہن دنیا کی ہر چیز ہی بدل گئی یہاں تک کہ یہ بات بھی کہ پہلے یمن سے بندر آیا کرتے تھے اب یہ ہو گیا کہ بصرے سے آنے لگے۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ہندوستان کے سیاست دان لالو پرساد یادو جن دنوں بہار کے وزیر اعلیٰ تھے۔

یک دن انھوں نے اعلان کیا۔ کہا:

''میں بہار کی سڑکیں یوں بنا دوں گا جیسے ہیما مالنی کے گال۔''

کچھ عرصہ بعد وہ چند صحافیوں سے باتیں کر رہے تھے تو ایک صحافی نے پوچھا:

''آپ نے وعدہ کیا تھا کہ بہار کر سڑکیں ایسے بنا دوں گا جیسے ہیما مالنی کے گال......؟''

جواب میں لالو بولے:

''ہاں کہا تھا۔''

اس پر صحافی کہنے لگا:

''شاید آپ نے سڑکیں دیکھی ہی نہیں جن میں گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔''

جواب میں لالو پرسادیادو نے برجستہ کہا:

''یوں لگتا ہے تم نے آج تک ہیما مالنی کے گال نہیں دیکھے۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ابو الحسن علی بن منصور جلسی سے مروی ہے کہ میں سیف الدولہ کی مجلس میں حاضر رہتا وہ ایک مرتبہ کسی دشمن پر فتح پا کر واپس آیا تو میں وہاں حاضر ہوا تو شعراء بھی آئے تا کہ اسے مبارک باد دیں تو ایک شخص نے آ کر اسے شعر سنایا:

و کانوا کفأر وسوسوا خلف خائط

وانت کسنور علیھم تسلقا

''وہ چوہوں کی طرح دیوار کے پیچھے بندھے ہوئے تھے اور تو بلی کی طرح ان پر جھپٹ پڑا۔''

سیف الدولہ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم' اسے نکال دیا گیا۔ وہ دروازے

پر کھڑا رونے لگا سیف الدولہ کو اس کے رونے کا پتا چلا اس نے اسے بلوایا اور رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا: ''میں نے تو حتیٰ المقدور کوشش کی تھی اب جب میری امید خاک میں مل گئی ہے اور میں ذلیل ہو گیا ہوں تو رو رہا ہوں سیف الدولہ نے کہا تیرا ستیاناس تیری نثر جیسی نثر کہنے والا کہاں ہوگا جو اس جیسی نظم بھی کہہ سکے پھر کہا کہ تو نے کتنے کی امید کی تھی، اس نے کہا پانچ سو درہم سیف الدولہ نے اسے ایک ہزار درہم دیے۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



پاکستان کا سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ایک مرتبہ بہت بڑے اجتماع سے خطاب کر رہا تھا۔ دوران تقریر کسی دل جلے مخالف نے احتجاجاً جوتا اونچا کیا۔ مقصد یہ تھا کہ بھٹو احتجاج کو سمجھیں۔ بھٹو کی نظر پڑ گئی۔ اس نے تقریر کے دوران ہی کہا: ''ہاں ہاں! میں سمجھ گیا ہوں۔ جوتے مہنگے ہو گئے ہیں۔ سد باب کے لیے ضرور اقدام کیا جائیں گا۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



محمد بن حسن کا ایک بیٹا تھا اس نے کہا کہ ابا میں نے ایک شعر کہا ہے۔ ابن حسن نے کہا سناؤ اس نے کہا اگر میں اچھا کہوں تو آپ مجھے ایک باندی یا غلام ہبہ کریں گے، ابن حسن نے کہا دونوں دوں گا، اس نے شعر سنایا:

ان الدیار طیغا هیجن حزنا قدعفا

ابکیننی لشقاوتی وجعلن راسی کالقفا

''بے شک ان دیار کے خیال نے میرے غم کو بھڑکا کر میرے سر کے بال اتار دیے اور میری بدبختی پر مجھے رلایا اور میرے سر کو گردن کی طرح کر دیا۔''

تو ابن حسن نے کہا کہ بیٹے تم غلام یا باندی کے اہل تو نہ بن سکے مگر تم جیسے بیٹے کو جنم دینے کی وجہ سے تمھاری ماں کو تین طلاق دیتا ہوں۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



اہل کوفہ مامون الرشید کے پاس اپنے عامل کے ظلم کی شکایت لے کر آئے، مامون نے کہا: میرے خیال میں تو اس سے زیادہ عادل کوئی نہیں، اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین پھر تو آپ کے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ آپ تمام شہروں کو اس کے عدل میں حصہ دار بنا دیں تاکہ عامل کی الطاف و کرم کی نظر تمام رعایا پر مساوی ہو جائے لیکن ہم کو ان کے عدل سے تین سال سے زیادہ تک نہ نوازا جائے، یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کو بدل دینے کا حکم دے دیا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



پاکستان دانشوروں کا ایک وفد نئی دہلی آیا تو اس میں مولانا عبدالمجید سالک بھی تھے۔ سالک صاحب کا قیام فتح پوری کے ایک ہوٹل میں تھا۔ خوشتر گرامی اور پنڈت ہری چند اختر، مولانا سالک کے ہاں ہوٹل میں حاضر ہوئے تو ہوٹل کے ملازم سے خوشتر گرامی نے دریافت کیا:

''تمھارے یہاں گوشت جھٹکے کا پکتا ہے یا حلال کا۔''



ملازم نے چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے بڑی تفصیل سے بتایا:

''ہمارے ہاں حلال گوشت پکتا ہے اور فلاں مسلمان قصائی کے یہاں سے آتا ہے۔''

اس پر پنڈت ہری چند اختر بڑی سادگی سے بولے:

''ہاں بھائی ہاں! یہ پتا چل گیا کہ تم سب حلال خور ہو۔''

(مزاحیات کا انسائیکلو پیڈیا)



ابوعثمان جاحظ سے کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن جعفر نے بتایا کہ اہل فارس میں سے ایک شخص میرا پڑوسی تھا اس کی بہت لمبی داڑھی تھی' اور اس جیسی لمبی داڑھی میں نے کسی کی نہیں دیکھی، وہ ساری رات روتا رہتا ایک رات اس کے رونے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی تو وہ اس وقت پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور اپنے سر اور سینے کو پیٹ رہا تھا اور قرآن کریم کی ایک آیت دہرا رہا تھا جب میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو میں نے سوچا کہ وہ آیت ضروری سنی چاہیے جس نے اس کا یہ حال کر کے رکھ دیا ہے اور میری نیند اڑا دی ہے تو میں نے کان لگا کر سنا تو وہ آیت یہ تھی و یسئلونک عن المحیض قل ھواذی (سورۃ بقرہ آیت نمبر: ۲۲۲)

''اور یہ تجھ سے سوال کرتے ہیں حائضہ کے بارے میں'' تو میں سمجھ گیا کہ لمبی داڑھی کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک درزی ایک ترک کے یہاں پہنچا تا کہ اس کے لیے قبا کاٹے۔ وہاں پہنچ

کر اس نے کاٹنا شروع کر دیا اور ترکی اسے دیکھ رہا تھا، اس کی وجہ سے درزی کو کچھ کپڑا چرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو درزی نے زور سے ایک گوز مارا اس کو سن کر ترکی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا اس دوران درزی کو جتنا کپڑا اڑانا تھا اڑا لیا، پھر ترکی نے سیدھا بیٹھ کر کہا کہ درزی ایک دفعہ پھر، تو درزی نے کہا اب جائز نہیں، قبا تنگ ہو جائے گی۔ (کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



امرتسر سے روانہ ہونے والی بس کے ایک مسافر نے کنڈیکٹر کو پیسے دیے اور کہا: ''آنند پور کا ایک ٹکٹ دے دو۔''

بس میں نہنگ سنگھ بھی سوار تھا۔ نہنگ سنگھ بھی ان سکھوں میں سے ایک تھا جو مذہبی جنونی ہوتے ہیں، اس نے مسافر کو ایک تھپڑ مار اور کہا: ''آنند پور ہمارا مقدس مقام ہے، نرا آنند پور کیا ہوا، آنند پور صاحب کہو۔''

دوسرے مسافر نے پہلے کی درگت بنتے دیکھی، تو کنڈیکٹر سے کہا: ''مجھے انبالہ صاحب کا ایک ٹکٹ دے دو۔''

نہنگ صاحب نے اسے بھی ایک تھپڑ دے مارا اور کہا: ''یہ انبالہ کب سے صاحب ہو گیا، صرف انبالہ کہو۔''

تیسرے مسافر نے یہ دیکھ کر پیسے کنڈیکٹر کی ہتھیلی پر رکھے اور نہنگ سنگھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''یہ صاحب جہاں کا ٹکٹ کہیں مجھے وہیں کا ہی بنا دو۔''

(اردو ڈائجسٹ، فروری ۲۰۰۴ء)



ناصر کاظمی اور حبیب جالب بے تکلف دوست تھے۔ جالب نے کاظمی سے کہا:

''آپ کی غزلیات سن کر میری خواہش ہوتی ہے کہ کاش مجھ میں بھی ایسی عمدہ غزل لکھنے کی استعداد ہوتی، جب میں آپ کا کوئی کلام دیکھتا ہوں تو میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش اس پر میرا نام لکھا ہو۔''

جالب نے کاظمی سے اس تعریف کا شکریہ ادا کیا۔

جالب نے ناصر کاظمی سے پوچھا: ''میری غزل دیکھ کر آپ کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔''

ناصر کاظمی بولا:

''خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کی غزل یا نظم آپ کے نام سے ہی چھپی، غلطی سے میرا نام نہیں چھپ گیا۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ابو العتاہیہ کا ایک شاگرد تصوف اور زہد منش ہوگیا اور اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تھی اس نے کہا دنیا کو دونوں آنکھوں سے دیکھنا اسراف ہے۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک شخص ایک گھر میں اجرت پر کام کر رہا تھا اور چھت کی کڑیاں بہت جھکی ہوئی تھیں، جب مالک مکان آیا اور اس نے اجرت کا مطالبہ کیا تو مالک نے کہا کہ ان کڑیوں کو ٹھیک کرو یہ جھکی ہوئی ہیں تو اس کاریگر نے جواب دیا کہ اس میں آپ کے لیے کوئی اندیشہ کی بات نہیں (یہ ٹھیک ہیں جھکی ہوئی اس لیے کہ رکوع کی طرف جھک کر) یہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہی ہیں، مالک مکان نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ ان پر

جذبہ اخلاص غالب ہو جائے تو یہ سجدہ میں جا پڑیں۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



فراق اور ساحر ہوشیار پوری ایک ساتھ امرتسر کے ایک ہوٹل میں پہنچے۔ ساحر نے ہوٹل کا رجسٹر بھرنا شروع کیا۔ فراق پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ ساحر پیشہ کے خانے پر پہنچے تو فراق کی طرف مڑ کر بولے:

''کیوں صاحب میں اپنا پیشہ کیا لکھ دوں؟''

فراق نے کہا:

''معشوق لکھ دو۔''

ساحر بولا ''اس عمر میں؟''

جواب میں فراق نے برجستہ کہا:

''تو کیا ہوا، آگے پنشن یافتہ بھی لکھ دو۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



جاحظ نے لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کے استاد کو کہا کہ میرا بچہ کہنا نہیں مانتا اس کو ڈراؤ، یہ استاد لمبی داڑھی والا تھا اس نے داڑھی اپنے منہ میں لی اور اپنا سر ہلا کر زور دار چیخ ماری یہ دیکھ کر عورت کا خوف سے گوز نکل گیا اس نے ڈرتے ہوئے کہا کہ معلم صاحب میں نے بچے کو ڈرانے کے لیے کہا تھا نہ کہ مجھے۔ تو معلم نے کہا کہ اے احمق عورت! جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو نیک اور بد دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا فرات بین البحرین الفیاض (دو دریاؤں کے درمیان بہنے والی نہر فرات) پھر اس نے پوچھا کہ آپ کی کنیت کیا ہے اس نے کہا ابو الغیث اس نے کہا پھر تو ضروری ہے کہ تجھ میں کشتی چھوڑی جائے ورنہ ہم سب غرق ہو جائیں گے۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



بھارت کے صدر کے طور پر جب پنجاب کے سکھ گیانی ذیل سنگھ کو نامزد کیا گیا، تو ان کے گاؤں کے معززین پر مشتمل ایک وفد انھیں بدھائی، (مبارکباد) دینے راشٹر پتی بھون آیا، گیانی جی نے وفد کا استقبال کیا، ''ست سری اکال'' کے بعد وفد کے لیڈر نے بتایا کہ وہ ''کرٹسی کال'' (یعنی مبارک باد دینے) آئے ہیں، گیانی جی جھٹ میز پر پڑے فون کی طرف اشارہ کر کے بولے: ''ایہ پیا جے مترو! جنیاں مرضی جے کالاں کرو۔'' (دوستو! فون یہ رہا، جتنی مرضی کالیں کرو۔)

(اردو ڈائجسٹ، فروری ۲۰۰۴ء)



پروفیسر جگن ناتھ آزاد پاکستان آئے تو ان کے اعزاز میں منعقدہ ایک دعوت میں سبزیاں، دالیں تو وافر مقدار میں تھیں مگر گوشت کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا، جگن ناتھ نے میزبان کو اپنے پاس بلایا اور کہا: ''بھائی صاحب! اگر آپ کو بھی یہی کچھ کھانا تھا، تو پھر آپ لوگوں کو پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔''



احمد بن الحسن المقری نے بیان کیا کہ بنان ایک دعوت نکاح کے موقع پر پہنچا اندر پہنچنے کی صورت نہ بن پڑی تو ایک بقال کے پاس پہنچا اور اس سے دس پیالے شہد لے کر اپنی انگوٹھی رہن رکھ دی اور شادی والے گھر کے دروازے پر پہنچا اور آواز دی کہ اے دربان دروازہ کھول، دربان نے کہا تو کون ہے، بنان نے کہا تو کون ہے، بنان نے کہا غالباً تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہ ہوں جس کو پیالے لینے کے لیے بھیجا تھا، دربان نے دروازہ کھول دیا، بنان نے داخل ہوکر لوگوں کے ساتھ کھایا پیا جب فارغ ہوگیا تو پیالے اٹھا کر آ لیا اور دربان سے کہا دروازہ کھولو وہ لوگ بالکل خالص شہد چاہتے ہیں ان کو واپس کرنا پڑے گا پھر آ کر پیالے بقال کو واپس کر گیا اور اپنی انگوٹھی لے گیا۔

(کتاب الاذکیا...... از امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک آدمی نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''پستے کا حلوہ زیادہ مزیدار ہوتا ہے یا بادام کا۔''

قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا: ''معاملہ انصاف کا ہے اور میں فریقین کی عدم موجودگی میں فیصلہ نہیں کرسکتا، دونوں کو حاضر کیا جائے، تو بتاؤں گا۔''

(اردو ڈائجسٹ، فروری ۲۰۰۴ء)



کانپور کے ایک مشاعرے میں مقامی شاعر نشتر جو خاصا تن وتوش رکھتے ہیں ان کو دیکھتے ہی فراق بول اٹھے:

''اتنا موٹا نشتر یہ تو ظلم ہے۔''



حاضرین کے ساتھ نشتر بھی ہنسنے لگے۔

اسی مشاعرے میں جب ایک شاعر اپنا کلام پڑھ رہے تھے تو نشور واحدی نے ٹوکا:

''شعر میٹر سے بے نیاز ہے۔''

فراق نے جواب دیا:

''پڑھنے دو یہ زمانہ میٹر کا نہیں کلومیٹر کا ہے۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



اسماعیل بن زیاد سے مروی ہے کہ اعمش سے اس کی بیوی نے لڑائی کی، اعمش کے پاس ایک شخص ابوالبلاد نامی آیا کرتا تھا وہ چیخ کر عربی میں بات کرتا اور حدیث سننے کی فرمائش کرتا تو اعمش نے اسے کہا اے ابوالبلاد میری بیوی نے مجھ سے لڑائی کی ہے اور مجھے غم میں مبتلا کر دیا ہے، اس کے پاس جا کر لوگوں میں میرا مرتبہ اور مقام اسے بتلاؤ تو وہ آدمی ان کے گھر گیا اور اس کی بیوی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت اچھی بنائی ہے، یہ ہمارے شیخ اور سید ہیں، ہم ان سے دین کی باتیں حلال و حرام سیکھتے ہیں، تمھیں ان کی آنکھوں کے چندھے پن اور پنڈلیوں کے بھدے پن سے خائف نہیں ہونا چاہیے، یہ سن کر اعمش غصے ہوئے اور کہا اللہ تیرے دل کو اندھا کرے تو نے اسے میرے تمام عیب بتا دیے ہیں نکل میرے گھر سے یہ کہہ کر اسے وہاں سے نکال دیا۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



علی بن المحسن بن علی القاضی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ سفر میں ایک طفیلی



ایک شخص کے ساتھ ہولیا اس نے طفیلی سے کہا ذرا بازار جا کر ہمارے لیے گوشت خرید لاؤ اس نے کہا نہیں واللہ میں اس پر قادر نہیں تو خود جا کر لے آیا۔ پھر اس نے کہا اٹھ کر پکا لے تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ٹھیک نہیں پکے گا تو اس نے خود پکا لیا پھر اس نے اس سے کہا اٹھ کر اس کا ثرید بنا لے تو جواب دیا واللہ میں تو بہت سست ہو رہا ہوں تو اس شخص نے خود ہی ثرید بھی بنا لیا پھر اس نے کہا کہ اس کو پیالوں میں اتار لے تو بولا مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی چمچہ میرے کپڑوں پر نہ الٹ جائے تو اس شخص نے خود ہی پیالوں میں اتارا، پھر اس نے کہا اب اٹھ کر کھا تو لے، تو طفیلی نے کہا اب تو مجھے شرم آ ہی گئی کہاں تک تیری ہر بات سے انکار ہی کرتا رہوں اور اٹھ کر کھانے لگا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



حفیظ جالندھری کے ایک عقیدت مند نے انھیں اپنے ایک امیر دوست سے ملایا اور بڑے فخر سے کہا:

''آپ سے ملیئے، آپ ہی حفیظ جالندھری۔''

اس پر اس دولت مند آدمی نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

''اچھا، تو آپ بھی جالندھر کے رہنے والے ہیں۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



احمد بن المعدل البصری نے بیان کیا کہ میں عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ان کا ایک مصاحب آیا اور کہنے لگا بہت

عجیب بات ہے۔ عبدالملک نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے باغ میں جانے کے لیے جنگل کی طرف چلا جب صحرا میں پہنچ گیا اور شہر کی آبادی سے دور نکل آیا تو ایک شخص نے سامنے آکر مجھے روک لیا اور کہا اپنے کپڑے اتارو، میں نے کہا کیا وجہ کیوں کپڑے اتاروں؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں تم سے زیادہ ان کا مستحق ہوں، میں نے کہا یہ کیسے؟ بولا اس لیے کہ تمھارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں اور تم کپڑے پہنے ہوئے ہو میں نے انکار کیا تو وہ بولا ہرگز نہیں تم ان کو بہت عرصہ پہن چکے ہو، اب ان کو پہننے کا میرا نمبر ہے میں نے کہا پھر تو مجھے برہنہ کرے گا اور میرا ستر کھلوائے گا، کہنے لگا اس میں کوئی حرج نہیں، ہم کو روایت پہنچی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ننگا ہو کر غسل کر لے، میں نے کہا مجھ سے لوگ ملیں گے اور وہ میرا ستر دیکھیں گے بولا اگر لوگ تجھے اس راستہ میں دیکھیں گے تو میں اس میں تیرے سامنے نہیں آؤں گا۔ میں نے کہا میرے خیال میں تو مسخرا پن کر رہا ہے، مجھے چھوڑ کہ میں اپنے باغ میں جا کر یہ کپڑے اتار کر تجھے دے دوں گا کہنے لگا ایسا نہیں ہو سکتا تو نے سوچا ہے کہ وہاں اپنے چار غلاموں کو کہہ کر مجھے پکڑوائے گا کہ وہ مجھے کھینچ کر سلطان کے پاس لے جائیں تو وہ مجھے جیل میں ڈال دے اور میری چمڑی ادھیڑ دے اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دے، میں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا میں تجھ سے حلفیہ عہد کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تجھ سے وعدہ کیا اسے پورا کروں گا اور تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا، بولا ایسا نہیں ہو سکتا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پہنچی ہے کہ اس عہد کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا حلف چوروں سے کیا جائے میں نے کہا میں اس بات پر بھی حلف اٹھاتا ہوں کہ اپنے اس عہد میں اس حیلہ سے کام نہیں لوں گا، بولا یہ حلف بھی اسی ایمان اللصوص (یعنی چوروں سے حلف کرنا) سے مرکب ہے میں نے کہا یہ

باہمی مناظرہ چھوڑ' واللہ میں اپنی رضا و رغبت سے یہ کپڑے تجھے دے دوں گا، تو اس نے تھوڑی دیر گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ تو پتہ ہے کہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا میں نے نگاہ دوڑائی ان تمام لیٹروں کے معمول پر جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے آج تک ہوئے ہیں تو مجھے کوئی بھی لیٹرا ایسا نہیں ملا جس نے ایسا کیا ہو اور مجھے یہ بات بہت ہی مکروہ اور ناگوار گزری ہے کہ اسلام میں ایک ایسی بدعت جاری کر دوں کہ اس کا بوجھ میری گردن پر رہے اور جو میرے بعد اس پر عمل کرے قیامت تک اس کا بوجھ میری گردن پر رہے، بس کپڑے اتار' میں نے کپڑے اتار کر اسے دے دیے اور وہ لے کر چل دیا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ہری پور ہزارے میں قتیل شفائی اور ان کے دوستوں نے 1939ء میں ڈاکٹر اقبال کی پہلی برسی کے سلسلے میں مشاعرے کا اہتمام کیا۔ چندہ اکٹھا کرنے کے سلسلے میں ایک دکاندار کو انھوں نے کہا:

''ڈاکٹر اقبال کی برسی کے سلسلے میں یہ مشاعرہ ہو رہا ہے۔''

اس نے آبدیدہ ہو کر پوچھا:

''کیا سچ مچ ڈاکٹر اقبال وفات پا گئے ہیں۔''

اس پر قتیل شفائی نے حیران ہو کر پوچھا:

''آپ انھیں جانتے تھے؟''

اس پر اس نے کہا:

''کیوں نہیں ابھی دو سال پہلے میری بھینس بیمار ہوگئی تھی انھوں نے بڑی

توجہ سے اس کا علاج کیا تھا۔"

(مزاحیات کا انسائیکلو پیڈیا)



علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انھوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے، بہلول نے بھی ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آ گیا تو انھوں نے کہا اے بہلول! اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو ہم تمھیں دس درہم دیں گے، کہا اچھی بات ہے (لاؤ!) انھوں نے دس درھم دے دیے اس نے ان کو آستین میں ڈال لیا پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا لاؤ سیڑھی! تو انھوں نے کہا کہ یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا، بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمھاری شرط میں نہیں تھا۔

(لطائفِ علمیه، اردو ترجمه کتاب الاذکیا)



مشہور زمانہ آسٹریلیا کے تیز باؤ لر ڈینس للّی سے پوچھا گیا کہ اس کی پسندیدہ موسیقی کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا "مخالف بلے باز کے سر سے میری گیند کے ٹکرانے کی آواز۔"

(اردو ڈائجسٹ، فروری ٢٠٠٤ء)



بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کہ بیٹے کے حصہ میں یتیمی اور بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوی کے

حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



تاریخ اسلام میں فرقہ باطنیہ گزرا ہے جس نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا...... ہزاروں مسلمانوں کو حوالہ شمشیر کیا، اس فرقے کا امیر عرب کا ایک بد باطن شخص حسن بن صباح تھا، وہ ایک دفعہ جہاز میں سوار تھا، سمندر میں طوفان آ گیا، جہاز کو خطرہ لاحق ہوا تو سب مسافروں کو موت نظر آنے لگی، دعائیں کرنے لگے کہ اے اللہ! ہمارے جہاز کو بچا لے، حسن بن صباح کھڑا ہوگیا اور بڑے اعتماد سے کہنے لگا، لوگو! گھبراؤ نہیں میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ یہ جہاز غرق نہیں ہوگا اور ہم سب بخیرو عافیت کنارے پر پہنچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے جہاز سلامتی سے کنارے پر پہنچ گیا، سب مسافر اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو اپنا پیشوا مان لیا، راستے میں ایک خاص چیلے نے جو اس کی کرتوتوں سے اچھی طرح واقف تھا، کہا: مرشد! آپ نے اتنی بڑی پیشین گوئی کس بھروسے پر کر دی تھی؟ حسن بن صباح کہنے لگا: میں نے اس وقت یہ سوچا کہ یہ جہاز یا تو غرق ہو جائے گا یا سلامتی سے کنارے پر پہنچ جائے گا، اگر جہاز محفوظ رہا تو پیشین گوئی چمک جائے گی اور اگر غرق ہوگیا تو میں رہوں گا اور نہ یہ دوسرے مسافر کون مجھے طعنہ دے گا کہ تمھاری پیشین گوئی غلط نکلی۔ (علمی مزاح: صفحہ ۲۸)



ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب میں عورتوں کے لیے ۴۰۴ چلتر لکھے ہیں، کسی نے مشتاق احمد یوسفی سے پوچھا کہ اس مقدس کتاب میں عورتوں کے صرف ۴۰۴ چلتر

کیوں لکھے ہیں؟

یوسفی صاحب نے جواب دیا: ''کیوں کہ اس وقت صرف یہیں تک گنتی آتی تھی۔''

(اردو ڈائجسٹ، فروری ٤ ٢٠٠ء)



کانپور کے سالانہ مشاعرے میں فنا نظامی کانپور کو کنور مہندر سنگھ بیدی نے یہ کہتے ہوئے دعوت کلام دی کہ ''اب میں چوٹی کے شاعر جناب فنا نظامی کو دعوت سخن دیتا ہوں۔''

فنا نظامی نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

''سردار جی چوٹی کے شاعر تو آپ ہیں میں داڑھی کا شاعر ہوں۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ایک شخص امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں خاموش رہتا تھا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا کہ کیا تم بولتے نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں بتایئے روزہ دار کب روزہ کھولتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب غروب آفتاب ہو جائے، اس نے کہا اگر آدھی رات تک آفتاب غروب ہی نہ ہو تو...... امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور فرمایا کہ تم نے چپ رہ کر صحیح کیا اور میں نے تم سے بولنے کی فرمائش کر کے غلطی کی۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابو الحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ ایک دن عمران بن حطان اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور عمران بہت بھدا اور پستہ قد تھا اس کی بیوی سنگار کیے بیٹھے تھی اور

خوبصورت تھی جب عمران کی نگاہ اس پر پڑی تو اس کو بے اختیار تکتا رہا بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ واللہ آج صبح کے وقت تو بہت پیاری دکھائی دے رہی ہے۔ اس نے کہا بشارت ہو میں اور تو دونوں جنتی ہیں۔ اس نے کہا یہ تجھے کہاں سے معلوم ہوگیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ تجھے مجھ جیسی عورت ملی اور اس پر تو نے اللہ کا شکر کیا اور میں تجھ جیسے کے ساتھ مبتلا ہوئی تو میں نے صبر کیا اور صابر اور شاکر دونوں جنت میں جائیں گے۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



ہارون الرشید ایک دفعہ خراسان سے حج کے لیے مکہ مکرمہ جا رہا تھا، طوس کے مقام پر اسے ایک شخص ملا جو کہنے لگا: اے خلیفہ میں ایک بدو ہوں، مامون نے کہا کوئی تعجب کی بات نہیں اس نے کہا میں حج کے لیے جانا چاہتا ہوں، مامون نے کہا خدا کی زمین وسیع ہے بڑی خوشی سے جاؤ، وہ کہنے لگا: میرے پاس زاد راہ نہیں ہے، مامون نے اس کو جواب دیا، تب تو تجھ پر حج فرض ہی نہیں، بدو بولا، امیر المومنین! میں آپ سے کچھ انعام لینے آیا ہوں، فتویٰ تو نہیں پوچھنے آیا، مامون الرشید ہنس پڑے اور اسے انعام دینے کا حکم دے دیا۔



جارج برناڈ شا عظیم ڈرامہ نگار تو تھے ہی، بلا کے خود پرست بھی تھے۔ اکثر کہتے تھے کہ میری تحریر کا ایک ایک لفظ پونڈ کی قیمت رکھتا ہے۔ کسی نے ازراہ مذاق ایک پونڈ بھیجتے ہوئے لکھا:

''ایک پونڈ حاضر ہے، براہِ کرم مجھے ایک قیمتی لفظ ارسال کر دیجیے۔''

شاہ نے جواب میں واقعی ایک ہی لفظ لکھ کر بھیجا۔ وہ لفظ تھا۔

''شکریہ۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مکہ۔ میں نے کہا کیا تو مجھے اجازت دے گی کہ تیرے حجر اسود کو بوسہ دوں، (رخسار کا تل مراد ہے) اس نے کہا نہیں، بغیر زاد راحلہ ایسا نہیں ہو سکتا (حج بغیر سفر کے مصارف اور سواری پر قدرت کے فرض نہیں ہوتا اسی طرح یہ بھی بغیر اداء مہر و نکاح شرعی حرام ہے)۔

(کتاب الاذکیا، از امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مغل شہنشاہ اکبر درباری شاعر فیضی نے ایک کتا پالا تھا جسے وہ پیار سے بیٹا کہا کرتا تھا ایک دن فارسی کے عظیم جوان مرگ شاعر عرفی نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا:

''صاحب زادے کا نام کیا رکھا ہے؟''

فیضی نے جواباً کہا: ''عرفی یعنی عرف عام میں کتا جو بولا جاتا ہے۔''

عرفی بھی خاموش نہ رہ سکا، اس نے زندہ دلی کے ساتھ کہا:

''مبارک ہو۔'' فیضی کے باپ کا نام شیخ مبارک ہے۔

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ابن جوزی لکھتے ہیں:

ایک آدمی، گدھا خریدنے بازار گیا اس کا ایک دوست اسے ملا اس نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا بازار جارہا ہوں گدھا خریدنے، اس نے کہا ان شاء اللہ کہو، اس نے کہا کہ یہاں ان شاء اللہ کہنے کی جگہ نہیں درہم میری جیب میں موجود ہیں گدھا بازار میں موجود ہے، جس وقت یہ گدھا خریدنے کے لیے بازار گھوم رہا تھا تو کسی نے اس کے درہم چرا لیے (جیب کٹ گئی) یہ منہ لٹکائے واپس آیا تو اسے اس کا دوست ملا اس نے پوچھا کیا کر کے آئے، اس نے کہا میرے درہم چوری ہوگئے ہیں ان شاء اللہ، تو دوست نے کہا ان شاء اللہ کہنے کی جگہ یہ نہیں ہے۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ابونواس نے بیان کیا کہ میرے سامنے ایک عورت آ گئی اور اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا تو وہ غائت درجہ خوبصورت تھی، اس نے مجھ سے کہا آپ کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا آپ کی صورت، بولی کہ اچھا تو آپ کا نام ''حسن'' ہے (ابونواس کا نام حسن بن ہانی تھا)۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کو شکست ہو چکی تھی۔ اس کا بھائی مرزا کامران شہنشاہ ایران کے دربار میں پیش ہوا۔ کامران مرزا کا سر منڈا ہوا تھا۔ شہنشاہ نے اسے دیکھ کر تمسخر سے کہا:

''مرزا کیا تمھاری عورتیں بھی تمھاری طرح سر منڈاتی ہیں؟''

''نہیں جہاں پناہ!'' مرزا نے جواب دیا:

''وہ آپ کی طرح لمبے بال رکھتی ہیں۔''

(مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا)



ایک شخص ایک عورت کے گھر کے روشندان کے نیچے کھڑا رہتا تھا اور یہ اس عورت کو ناگوار تھا، اس عورت نے بیان کیا کہ وہ ایک دن آیا اور اس کے بدن پر دیبا کی قمیص تھی جس کو دھوبی سے دھلوایا اور خوب کلف دیا گیا تھا اور اس کے نیچے ایک رومی قمیص تھی اور بعض لوگوں کے سنگتروں میں سے گلے ہوئے سنگترے تیس رطل (تقریباً پندرہ سیر چھانٹ پھینک دیے گئے) تھے (جو ہم نے اٹھا لیے تھے جب وہ آیا) تو میں نے ایک خربوزہ نکالا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ لے لے تو وہ اس روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے کہا اپنی جھول مضبوطی سے سنبھال لے تاکہ نیچے گر کر ٹوٹ نہ جائے تو اس نے مضبوطی سے دامن سنبھال لیا تو میں نے خربوزہ نکالا گویا وہ اس پر پھینکا ہی جا رہا ہے، لیکن (پھرتی کے ساتھ وہ سب گلے سڑے سنگترے اس کی گود میں پھینک دیے۔ (پندرہ سیر بھاری بوجھ گرنے سے دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا) اور اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا سب زمین پر بکھر گئے، اس نے ان کو جمع کیا اور شرمندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔

(لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ کتاب الاذکیا)



عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے سامنے ایک نبوت کے دعویٰ دار کو پیش کیا گیا، خلیفہ نے اس سے کہا اگر تو واقعی نبی ہے تو یہ تالا بغیر چابی کے کھول کر دکھا۔

وہ کہنے لگا: اے خلیفہ میں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے لوہار ہونے کا تو دعویٰ نہیں کیا۔



محمد داری سے مروی ہے کہ ہمارے علاقے دارا میں ایک شخص تھا جو تھوڑا سا بے وقوف تھا ایک مرتبہ وہ دارا سے نکلا اس کے ساتھ دس گدھے بھی تھے۔ وہ ایک پر سوار ہوا اور گدھے شمار کیے تو وہ نو تھے اس نے سواری کے گدھے کو شمار نہیں کیا پھر گھبرا کر اترا اور پھر شمار کیے تو دس نکلے پھر سوار ہو گیا پھر گنے تو نو نکلے اس نے پھر اتر کر دس شمار کیے ایسا کئی مرتبہ ہوا تو اس نے کہا اگر میں پیدل چلوں تو ایک گدھے کا فائدہ حاصل ہوگا اور اگر سوار چلوں تو ایک گدھا کم ہوگا لہٰذا پیدل چلنا بہتر ہے۔ وہ پورا سفر اسی طرح پیدل طے کرتا رہا حتیٰ کہ تھک کر مرنے کے قریب ہو گیا تو منزل پر جا پہنچا۔ (حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



مدینہ کے ایک آدمی اشعب لالچی نے اپنے دوستوں کو مچھلیوں کی دعوت دی، تو جب وہ کھا رہے تھے، اچانک اشعب نے اندر آنے کی اجازت چاہی، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اشعب کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کھانے کے اچھے اجزاء پر پڑتا ہے، اس لیے ان میں سے بڑی بڑی مچھلیاں ایک برتن میں ڈال کر ایک طرف رکھ دو، اس طرح وہ ہمارے ساتھ یہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں کھائے گا، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور پھر اشعب کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور کہنے لگے کہ مچھلیوں کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ان پر سخت غصہ اور طیش ہے

کیوں کہ میرا والد سمندر میں فوت ہوا تھا اور اسے مچھلیوں نے کھایا تھا، انھوں نے کہا : اچھا! پھر مچھلیوں سے والد کا بدلہ لے لو، پس وہ بیٹھ گیا اور ایک چھوٹی مچھلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے اپنے کان کے پاس لے گیا اور ساتھ ہی بڑی مچھلیوں والے برتن کی طرف دیکھ رہا تھا، کہنے لگا: تم جانتے ہو کہ یہ مچھلی مجھے کیا کہہ رہی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں! اس نے کہا: وہ کہہ رہی ہے میں تیرے باپ کی موت کے وقت دنیا میں موجود نہ تھی اور نہ ہی اسے پایا کیوں کہ اس کی عمر اس وقت سے کم ہے، وہ کہہ رہی ہے کہ گھر کے ایک کونے میں پڑی ہوئی مچھلیوں پر ٹوٹ پڑو، کیوں کہ وہی تیرے باپ کی زندگی میں موجود تھیں اور انھوں نے اسے کھایا۔

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی)



قاضی ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں منصور بغداد کا خلیفہ تھا، موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی نام کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو فرط محبت میں یہ کہہ دیا کہ: ''اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو تو تمھیں تین طلاق۔'' بیوی سخت پریشان ہوئی اور سمجھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے، اس لیے شوہر کے سامنے آنا بھی بند کر دیا، شوہر نے یہ الفاظ فرطِ محبت سے کہہ دیئے تھے، مگر جب ہوش آیا تو اسے بھی فکر ہوئی اور اس کی ساری رات بڑے اضطراب میں گزری، بڑی مشکل سے صبح ہوئی تو وہ خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور واقعہ بتلایا، منصور نے فوراً شہر کے بڑے بڑے علماء وفقہاء کو جمع کر کے مسئلہ ان کے سامنے رکھا، اکثر فقہاء کی رائے یہ ہو رہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے، اس لیے اس کی بیوی فی الواقعہ چاند سے زیادہ اچھی نہیں ہے۔

لیکن ایک فقیہ تھے جنھوں نے یہ رائے پیش کی کہ طلاق واقعہ نہیں ہوئی، اس سے وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾

''بلا شبہ ہم نے انسان کو بہترین قوام کے ساتھ پیدا کیا۔''

منصور نے اس جواب کو بے حد پسند کیا اور موسیٰ بن عیسیٰ کو یہی کہلا کر بھیج دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(حیاۃ الحیوان للدمیری رحمۃ اللہ علیہ ص/ ۳۲، جلد اول لفظ انسان)



بقرہ اور نساء قرآن حکیم کی دو سورتوں کے نام ہیں بقرہ کے معنی گائے نساء کے معنی عورتیں ہیں اس حوالہ سے واقعہ یہ ہے:

علامہ علاؤ الدین صدیقی (بانی ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے تقسیم ہندوستان سے قبل ۱۹۳۶ء میں سول سیکرٹریٹ لاہور میں قرآن حکیم کے درس کا آغاز کیا، جب سورۃ بقرہ ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں تاریخ کو اس خوشی میں مقبرہ جہانگیر میں ایک گائے ذبح کی جائے گی اس کے گوشت کو پکا کر حاضرین درس کو کھلایا جائے گا، چنانچہ پروگرام کے مطابق سورۃ البقرہ کے درس کی خوشی میں گائے ذبح کر کے گوشت حاضرین کو کھلایا گیا علامہ صاحب کی بیگم کہنے لگی۔ علامہ صاحب سورہ بقرہ ختم کرنے کی خوشی میں گائے کے گوشت سے تواضع کی گئی ہے تو جب سورۃ نساء ختم ہوگی تو پھر کس کو ذبح کیا جائے گا یعنی عورتوں کو؟؟ (ننھے مجاھد: ۱۷ جون ۲۰۰۵)



ہندوستان کے شہر الہ آباد میں ایک طوائف (بازاری عورت) رہتی تھی، جس کا نام گوہر تھا، ایک دن وہ اکبر الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: حضرت!



آپ نے بہت سے اشعار کہے ہیں، آج میرے بارے میں بھی کوئی شعر ارشاد کریں، اکبر نے اسی وقت شعر پڑھ کر اس کی نذر کیا۔

خوش نصیب آج بھلا کون ہے گوہر کے سوا
سب کچھ اللہ نے دے رکھا ہے شوہر کے سوا

(علمی مزاح از صروفیسر منور حسین چیمہ)



مروزی سے منقول ہے کہ ابوعبدالحمید نے ایک مچھلی خریدی اور پھر مچھلی پکنے کے انتظار میں سو گیا مچھلی پک کر تیار ہوگئی تو اس کی بیوی نے دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر کھالی اور مچھلی کے ٹکڑے کو اس کے ہونٹ اور انگلیوں پر مسل دیا اس کے بعد جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے کہا مچھلی لاؤ اس کی بیوی نے کہا پاگل شخص تو نے ابھی تو مچھلی کھائی تھی اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر سو گیا تھا اس نے اپنی انگلیاں سونگھیں تو ان میں سے مچھلی کی بو آ رہی تھی اس نے کہا کہ میں نے اس مچھلی سے زیادہ بہترین زود ہضم غذا نہیں دیکھی مجھے پھر بھوک لگ گئی ہے میرے لیے کھانا تیار کرو۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ہارون الرشید کے زمانے میں کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نوح پیغمبر ہوں، ہارون الرشید نے اسے بلا کر پوچھا: ''تم وہی نوح ہو جو ایک مرتبہ پہلے بھیجے گئے تھے یا کوئی اور؟'' اس نے جواب دیا: ''میں وہ نوح ہوں، جو پہلے ساڑھے نو سو برس زندہ رہا اب مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ پچاس برس اور زندہ رہ کر ایک ہزار پورے کر دوں۔''

ہارون الرشید نے حکم دیا کہ اسے سولی پر لٹکا دیا جائے چنانچہ اسے پھانسی دے دی گئی، ابھی وہ سولی پر لٹکا ہوا تھا کہ کوئی ظریف آدمی وہاں سے گزرا اور سولی کی طرف دیکھ کر بولا:

''واہ نوح! تمھیں اپنی کشتی سے مستول کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا؟''

(الیواقیت العصریہ: ص/۱۲۰)



ایک دن امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سازوں میں کون سا ساز بہتر ہے؟ کسی نے کہا: ستار بہتر ہے، کسی نے کہا سارنگی، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، امیر خسرو خاموش بیٹھے سن رہے تھے، لوگوں نے کہا حضرت آپ بھی فرمایئے، آپ کیوں چپ بیٹھے ہیں؟ بادشاہ نے ان کی طرف دیکھا اور رائے زنی کا اشارہ کیا، آپ نے فرمایا:

''بہترین ساز ہے، دیگ پر چمچہ کی آواز''

سب لوگ مذاق سمجھ کے ہنسنے لگے اور آپ خاموش ہوگئے، ایک ہفتہ کے بعد آپ نے بادشاہ اور سب امراء و وزراء کو کھانے اور سماع کی دعوت پر بلایا، سب خوش ہوئے کہ امیر خسرو فن موسیقی کے ماہر ہیں، ان کے ہاں نہایت اعلیٰ قسم کی محفل ہوگی، بہت دیر تک محفل سماع ہوتی رہی، یہاں تک کہ رات کے تین بج گئے، سب لوگ بھوک کے ہاتھوں پریشان ہو رہے تھے، ذوق و شوق میں کافی فرق آ گیا، آپ نے اندر جا کر باورچی سے کہا، اب زور سے دیگ پر چمچہ مارو، جب اس نے چمچہ مارا تو اس کی آواز سن کر سب لوگوں کی جان میں جان آئی اور محفل میں پھر وہی رونق بحال ہوگئی، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

''میں نے نہیں کہا تھا کہ دیگ پر چمچہ کی آواز بہترین ساز ہے، اب تم نے خود دیکھ لیا کہ کس قدر دلکش اور جاں پرور آواز ہے۔'' (تربیته العشاق: ص ۱۹۷،۱۹۸)



صقلاطی سے مروی ہے ان کے مغربی جانب ایک شخص تھا اس نے اپنے غلام کو کسی گاؤں بھیجا کہ وہاں سے بکریاں لے آئے انھوں نے بکری کے دس بچے اسے دے دیے اور الگ پرچہ پر تعداد وغیرہ لکھ کر اسے دے دی یہ جب واپس آیا بکریاں نو تھیں۔ مالک نے پوچھا: انھوں نے کتنی بکریاں بھیجیں، اس نے کہا دس مالک نے کہا یہ تو نو ہیں غلام نے کہا نہیں دس ہیں مالک نے گن کر دکھائیں ایک دو تین، نو غلام نے کہا واللہ مجھے نہیں پتا آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ دس ہی ہیں، اس نے پھر گنیں تو غلام نے کہا اچھا دس آدمی کھڑے کرو اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک بکری کا بچہ دے دو تو پتا چل جائے گا مالک نے ایسا کیا تو ایک آدمی پھر بچ گیا تو اس نے غلام کو کہا کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے غلام نے کہا یہ گھوم کر دوبارہ آخر میں آ گیا یہ پہلے بکری کا بچہ لے چکا ہے۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دفعہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ ایک عیسائی پادری سے تھا، انگریز کا دور حکومت تھا اس پادری کا رنگ کوے کی طرح کالا سیاہ تھا، انگریزوں نے اس کو اپنی طرف سے عورت دی ہوئی تھی، جس کا رنگ سفید تھا۔

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے مناظرے والی جگہ موجود تھے، اس مناظرے کو دیکھنے کے لیے بڑی تعداد میں مسلمان اور عیسائی بھی جمع تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ تیاری کے

ساتھ اسٹیج پر بیٹھے پادری کا انتظار فرما رہے تھے، جب عیسائی پادری آیا تو عیسائیوں نے خوب نعرے بازی کی۔ پاری کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی، ابھی عیسائی پادری اسٹیج پر پہنچا ہی نہ تھا کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شعر پڑھنا شروع کیا۔

زاغ کی چونچ میں گچھۂ انگور خدا کی قدرت

حور کے پہلو میں لنگور خدا کی قدرت

یاد رہے زاغ فارسی میں کوے کو کہتے ہیں اور لنگور ایک جانور ہے جو بالکل بندر کی طرح کا ہوتا ہے۔

پادری نے جب شعر سنا تو مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا اور وہیں سے الٹے پاؤں واپس ہوگیا۔ (ننھے مجاهد: یکم جولائی، ۲۰۰۵ء)



اہل عرب میں اشعب نامی ایک صاحب (متوفی ۱۵۴ھ) لالچی ہونے میں بہت مشہور تھے، یہاں تک کہ ان کا لقب ''طامع'' (لالچی) مشہور ہوگیا اور وہ حرص و طمع کے معاملہ میں ضرب المثل بن گئے ہیں۔ جب کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا ہو کہ وہ بہت لالچی ہے تو کہتے ہیں کہ ''وہ تو اپنے وقت کا اشعب ہے'' یا ''یہ تو اشعب سے بھی بڑھ گیا۔'' عربی کے یہ جملے بہت سنے تھے۔ آج خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ بغداد میں ان کے کچھ واقعات نظر پڑ گئے، ضیافت طبع کے لیے حاضر ہیں:

① اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ بچے اشعب کے پیچھے لگ گئے اور اسے طرح طرح سے ستانے لگے، اشعب عاجز آ گیا تو اس نے بچوں سے کہا:

''ارے جاؤ! سالم بن عبداللہ کھجوریں بانٹ رہے ہیں۔''

بچے یہ سن کر سیدنا سالم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی طرف دوڑ پڑے، اشعب نے یہ دیکھا

تو خود بھی بچوں کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا کہ کیا ''خبر یہ بات سچ ہی ہو اور سالم رحمۃ اللہ علیہ واقعی کھجوریں بانٹ رہے ہوں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب رحمۃ اللہ علیہ)



سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں چل رہے تھے کہ ایک حدی خواں (حدی ان اشعار کو کہتے ہیں جنھیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے اونٹوں کو حدی پڑھ کر آگے سے چلا رہا تھا اور یہ ازواج مطہرات آپ سے آگے جا رہی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدی خواں کو فرمایا اے اغشہ تیرا بھلا ہو ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو، اونٹ کو زیادہ تیز نہ چلاؤ۔ (حیاۃ الصحابہ ص۵۷۳ ج۲)



ایک بار ایک مجلس میں بہت سے صوفیائے کرام جمع تھے، شیخ نجم الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے، مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو آپ سے امامت کے لیے کہا گیا آپ نے سہوا (غلطی) سے دونوں رکعتوں میں سورۂ قل یا یہا الکفرون ...... الخ ((کہہ دیجیے اے کافرو) کی تلاوت کی، جب نماز ختم ہو چکی تو ملانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ سے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نجم الدین نے یہ سورہ (الکافرون) ایک بار تمھارے لیے پڑھی ہے اور ایک میرے لیے۔ (علمی مزاح : صفحہ ۳۶ از پرفیسر منور حسین چیمہ)



علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے گھر میں رات کو چور گھس آئے، مالک مکان کو گرفتار کرلیا اور اس کا سارا سامان سمیٹ کر جانے لگے، جانے سے پہلے انھوں مالک مکان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن ان کے سردار نے کہا کہ ''اس کا سامان تو سارا لیجاؤ، مگر اسے زندہ چھوڑ دو، اور قرآن اس کے ہاتھ پر رکھ کر اسے قسم دو کہ میں کسی شخص کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ چور کون تھے؟ اور اگر میں نے کسی کو بتایا تو میری بیوی کو تین طلاق۔''

مالک مکان نے جان بچانے کی خاطر یہ قسم کھا لی، لیکن بعد میں بڑا پریشان ہوا، صبح کو بازار میں گیا تو دیکھا کہ وہی چور چوری کا مال بڑے دھڑلے سے فروخت کررہے ہیں اور یہ بیوی پر طلاق کے خوف سے زبان بھی نہیں کھول سکتا، عاجز آکر یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور ان سے بتایا کہ رات اس طرح کچھ چور میرے گھر میں گھس آئے تھے اور انھوں نے مجھے ایسی قسم دی، اب میں ان کا نام ظاہر نہیں کرسکتا، کیا کروں؟

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم اپنے محلّہ کے معزز افراد کو جمع کرو میں ان سے ایک بات کہوں گا، اس شخص نے لوگوں کو جمع کرلیا، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ:

''کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس شخص کو اس کا مال واپس مل جائے؟''

''ہاں چاہتے ہیں!'' ان سب نے کہا:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پھر ایسا کیجیے کہ اپنے ہاں کے سارے غنڈوں کو جامع مسجد میں جمع کیجیے اور پھر ایک ایک کر کے انھیں باہر نکالیے، جب کوئی باہر نکلے تو آپ اس شخص سے پوچھیے کہ: ''کیا یہی وہ چور ہے؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ انکار کردے اور اگر وہی چور ہو تو خاموش

رہے، نہ ہاں کہے نہ نہیں، اس موقع پر آپ سمجھ جایئے کہ یہی وہ چور ہے، اس طرح چور کا پتہ بھی لگ جائے گا اور اس کی بیوی پر طلاق بھی نہ ہوگی''۔

سب نے اس تجویز پر عمل کیا، چور پکڑا گیا اور اس بیچارے کو اپنا مال بھی واپس مل گیا۔

(ثمرات الاوراق علی المستطرف تقی الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱٤٦ /۱٤۷ ج ۱)



ایک شخص نے مہدی کے سامنے کچھ اشعار پڑھے اور اس میں ایک لفظ ''جوار ز فرات'' بھی کہا مہدی نے پوچھا کہ یہ ''زفرات'' کیا ہے، اس نے کہا امیر المومنین! کیا آپ کو نہیں معلوم؟ اس نے کہا نہیں، تو شاعر کہنے لگا کہ آپ امیر المومنین ہیں اور سید المرسلین ہیں آپ نہیں جانتے تو میں کیسے جان سکتا ہوں واللہ ہرگز نہیں۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



جاحظ کہتے ہیں کہ میں حمص میں تھا، وہاں ایک بکری گزری اس کے پیچھے اونٹ تھا تو ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ یہ اونٹ اس بکری کا بچہ لگتا ہے، دوسرے نے کہا نہیں یہ یتیم ہے، بکری نے پالا ہے۔

(اخبار الحمقیٰ والمغفلین از حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''گلستان'' میں ایک حکایت لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو سخت مہم پیش آئی، اس نے منت مانی کہ اگر اللہ نے مجھے فتح دی تو میں بہت سا روپیہ زاہدوں کی نذر کروں گا، جب اس کی مراد پوری ہوگئی تو روپوں کی بھری ہوئی چند تھیلیاں غلام کو دیں کہ زاہدوں میں جا کر تقسیم کر آؤ، غلام بہت دانا تھا، تمام

دن ادھر ادھر پھر کر شام کو تھلیاں ہاتھ میں لیے جیسے گیا تھا ویسے ہی چلا آیا اور عرض کیا کہ عالی جاہ میں سارا دن تلاش کرتا رہا مگر مجھے کوئی زاہد نہ ملا، بادشاہ نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، اس شہر میں تو سینکڑوں زاہد ہیں، دانا غلام نے عرض کیا: جو زاہد ہیں وہ تو لیتے ہی نہیں اور جو لیتے ہیں وہ زاہد ہی نہیں، (یعنی اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ زاھد تو اس کو کہتے جو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اللہ سے لو لگائے، جو دولت کا چاہنے والا ہو وہ زاہد کیسے ہوسکتا ہے؟) بادشاہ نے غلام کی یہ پر حکمت باتیں سنی تو خاموش ہوگیا۔ (علمی مزاح: صفحہ ۳۸)



ایک دفعہ مشہور شاعر فراق گورکھ پوری کے اعزاز میں شام غزل منعقد کی گئی، ایک نوجوان شاعر نے ان کی تعریف میں غزل پڑھی، اس کا آخری شعر فراق صاحب کے ایک شعر سے ملتا جلتا تھا، تقریب کے اختتام پر فراق صاحب نے نوجوان شاعر سے اس شعر کے متعلق دریافت کیا، وہ کہنے لگے: ''قبلہ! خیال سے خیال ٹکرا گیا۔'' فراق صاحب سنجیدگی سے بولے: ''ارے کبھی سائیکل اور ہوائی جہاز کی بھی ٹکر ہوسکتی ہے۔'' (ننھے مجاھد: ۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء)



شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بڑے زندہ دل اور حاضر جواب تھے، طنز و مزاح میں ان کا جواب نہیں تھا۔ بہت سے مسائل لطیفوں میں حل کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک پادری شاہ صاحب کی خدمت میں آ کر کہنے لگا: ''کیا آپ کے پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے حبیب ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''بے شک

ہیں" وہ کہنے لگا: "تو پھر انھوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت فریاد نہیں کی یا ان کی فریاد سنی نہ گئی؟" شاہ صاحب نے کہا: "فریاد کی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تمھارے نواسے کو قوم نے ظلم سے شہید کر دیا لیکن ہمیں اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا یاد آ رہا ہے۔" (عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں)۔



شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ فرنگیوں (انگریزوں) کا قیدی ہو گیا، اور انھوں نے یہودیوں کے ساتھ مجھے بھی طرابلس کی خندق کی مٹی کے کام پر لگا دیا، حلب کا ایک رئیس جس سے میری پہلے جان پہچان تھی وہاں سے گزرا اور اس نے مجھے پہچان لیا اور کہا: یہ کیا حالت ہے؟ میں نے سارا واقعہ عرض کر دیا، اس کو میری حالت پر رحم آ گیا اور اس نے دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑا لیا اور مجھے اپنے ساتھ حلب لے گیا، اس رئیس کی ایک لڑکی تھی، جس کے ساتھ اس نے سو دینار حق مہر کے عوض میری شادی کر دی، جب کچھ عرصہ گزر گیا تو اس نے بد مزاجی اور لڑائی شروع کر دی اور زبان درازی کرنے لگی، آخر اس نے میرا جینا دوبھر کر دیا، ایک دن حسب معمول میرے ساتھ جھگڑ رہی تھی، باتوں باتوں میں مجھ کو یہ طعنہ دیا، کہنے لگی، کیا تو وہی نہیں ہے جسے میرے باپ نے دس دینار دے کر فرنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا، اب بڑے شیخ بنے پھرتے ہو۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو جواب دیا: ہاں! میں بیشک وہی ہوں جسے تیرے باپ نے دس دینار دے کر فرنگیوں کی قید سے چھڑایا اور سو دینار کے عوض تیرے ہاتھ گرفتار کرا دیا، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی بکری کو چور سے چھین کر قصاب کے ہاتھ میں دے دیا جائے، وہ بے چاری کہے گی کہ ذبح ہو جانے سے بہتر تو یہ تھا کہ میں چور کے پاس ہی رہتی تیری عمر قید سے تو مجھے فرنگیوں کی قید

ہزار درجہ بہتر تھی۔ (حالات شیخ سعدی از احمد حسین خان، ص ۵۲،۵۳)



عباسی خلیفہ مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) شعروشاعری کا اچھا ذوق رکھتا تھا وہ شعراء کا بڑا قدر دان اکثر شاعر اس کو اچھے قصائد لکھ کر سناتے تھے اور انعام و اکرام حاصل کرتے تھے۔

اس کے دربار میں ایک شاعر وجیہ قیروانی بھی تھا۔ ایک دن وہ بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ لکھ کر لایا۔ بادشاہ نے بڑی توجہ سے یہ قصیدہ سنا۔ اس کا ایک شعر تھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"یعنی اے امیر المومنین اگر آپ سقیفہ (بنی ساعدہ کی اس بیٹھک کا نام ہے جہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی پہلی بیعت ہوئی تھی) کے دن موجود ہوتے تو آپ ہی امام (خلیفہ) مقرر کیے جاتے۔"

مستنصر نے یہ شعر سنا تو بہت پسند کیا، وجیہ قیروانی کو اس شعر پر خوب داد ملی لیکن اس وقت دربار میں ایک حق گو اور حق پرست بھی موجود تھا، اس نے کہا: "نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ شعر ہمارے عقیدے اور ایمان کے بھی خلاف ہے، وجیہ کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ اس وقت امیر المومنین کے جد امجد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ موجود تھے، وہ صحابی رسول بھی تھے، لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کو امام نہیں بنایا گیا۔ پھر امیر المومنین کو کیسے امام بنایا جا سکتا تھا۔"

یہ حق بات سن کر مستنصر بہت متاثر ہوا، اس نے اس شخص کو خلعت عطا کی اور وجیہ شاعر کو شہر بدر کرا دیا۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ ذہبی)





سجستان میں ایک بوڑھا نحو پڑھاتا تھا اس کا ایک بیٹا تھا، اس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جب تو کوئی بات کہنا چاہے تو اسے عقل پر پیش کر اور اپنی کوشش سے اس پر غور کر جب تو اسے پرکھ لے تو پھر یہ پرکھا ہوا کلمہ منہ سے نکال، ایک دن یہ دونوں سردی کے دن میں بیٹھے تھے اور آگ جل رہی تھی اچانک ایک انگارہ باپ کے کتانی جبہ پر آ پڑا اسے پتا نہ تھا بیٹے نے دیکھ لیا پہلے اس نے تھوڑا سوچا پھر کہا ابا جی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں اجازت دے دیں، باپ نے کہا اگر حق بات ہے تو کہہ اس نے کہا اسے حق سچ سمجھتا ہوں، باپ نے کہا کہہ اس نے کہا کہ میں ایک لال چمکتی ہوئی چیز دیکھ رہا ہوں باپ نے کہا وہ کیا، اس نے کہا کہ ایک انگارہ آپ کے جبہ پر گر پڑا ہے باپ نے اپنا جبہ دیکھا تو وہ کافی جل چکا تھا اس نے کہا تو نے مجھے جلدی سے کیوں نہ بتا دیا، بیٹے نے کہا کہ جیسا آپ نے کہا تھا میں اس کے مطابق میں نے پہلے غور کیا پھر پرکھا پھر بات کی، اس کے بعد اس کے باپ نے قسم کھائی کہ آئندہ نحو کے ساتھ بات نہیں کرے گا۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



جب مطلوب الحسن محمد علی جناح کے سیکرٹری بنے تو حاضری کے پہلے دن انھوں نے جناح سے دریافت کیا: ”جناب والا! میرے لیے خاص ہدایات؟“

جواب ملا: ”آنکھیں اور کان کھلے رکھیں اور منہ بند۔“



نواب سائل دہلوی اور مولانا بے خود دہلوی ایک ہی مشاعرے میں اکٹھے اپنا

کلام نہیں سناتے تھے، ایک مشاعرے میں اتفاقاً یہی دو اساتذہ باقی رہ گئے، بے خود دہلوی نے اپنی غزل نکالی اور پڑھنے لگے تو سائل دہلوی نے کہا: ''دیکھو یہ بدتمیزی نہ کرو۔'' مولانا بے خود دہلوی نے انھیں حیرانی سے دیکھتے ہوئے غزل تہہ کر کے جیب میں رکھی اور بولے: ''اچھا تم بدتمیزی کرلو۔'' (ننھے مجاھد: ۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء)



ایک مرتبہ حسب معمول سلیم مولانا الطاف حسین حالی کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور مولانا سے پوچھنے لگا: ''حضرت! میں نے غصے میں آ کر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق، لیکن بعد میں مجھے اپنے کیے ہوئے پر افسوس ہوا، میری بیوی بھی راضی ہے مگر مولوی کہتے ہیں کہ طلاق پڑ گئی ہے۔ اب صلح کی کوئی شکل نہیں، اللہ کے لیے میری مشکل آسان فرمائیں اور کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ میری بیوی گھر میں دوبارہ آباد ہو سکے۔''

ابھی مولانا حالی کوئی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ مولوی سلیم اس شخص سے کہنے لگے کہ: ''بھئی یہ بتاؤ کہ تو نے طلاق ت سے دی تھی یا ط سے؟''

اس شخص نے کہا: ''جی میں تو ان پڑھ اور جاہل آدمی ہوں، مجھے کیا پتا کہ ت سے کیسی طلاق ہوتی ہے اور ط سے کیسی ہوتی ہے؟''

سلیم نے اسے سمجھایا کہ میاں یہ بتاؤ کہ تم نے قرأت کے ساتھ کھینچ کر کہا تھا کہ ''تجھ پر تین طلاق'' جس میں ط کی آواز پوری نکلتی ہے یا معمولی طریقہ پر کہا تھا جس میں ط کی آواز نہیں نکلتی ت کی آواز نکلتی ہے۔

بے چارے غریب سوال کنندہ نے کہا: ''جی مولوی صاحب! میں نے معمولی طریقہ پر کہا تھا، قرأت سے کھینچ کر نہیں کہا۔'' یہ سننے کے بعد مولوی صاحب نے

پورے اطمینان کے ساتھ اس سے کہا: ''ہاں بس معلوم ہوگیا کہ تو نے ت سے تلاق دی تھی اور ت سے کبھی طلاق پڑ ہی نہیں سکتی۔ ت سے تلاق کے معنی ہیں: ''آ محبت کے ساتھ مل بیٹھیں۔'' تو بے فکر ہوکر اپنی بیوی کو گھر لے آ اور اگر کوئی مولوی اعتراض کرے تو صاف کہہ دیجو کہ ''میں نے تو ت سے تلاق دی تھی ط سے ہرگز نہیں دی۔''



سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ شیطان نے آپ سے مل کر کہا کہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ تم کو وہی پیش آتا ہے جو خدا نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا بے شک، اس نے کہا، اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ اگر خدا نے تیرے لیے سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر تو سلامت ہی رہے گا، آپ نے فرمایا کہ اے ملعون! اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے، بندے کو یہ حق نہیں کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

(کتاب الاذکیا، از امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)



امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک بے وقوف گدھا لے کر جا رہا تھا ایک چالاک شخص نے اپنے ایک دوست کو کہا کہ میں اس کا گدھا لے جاؤں گا اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا، دوست نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، گدھے کی رسی اس شخص کے ہاتھ میں ہے تو یہ چالاک شخص آگے بڑھا اور گدھے کی رسی کھول کر اپنی گردن میں ڈال لی اور دوست کو کہا کہ گدھا لے کر چلا جا وہ لے کر چلا گیا یہ شخص اس بے وقوف کے پیچھے پیچھے چلا پھر چلتے چلتے رک گیا بے وقوف نے کھینچا مگر یہ نہیں چلا بے وقوف نے مڑ کر دیکھا تو حیرانی سے

بولا گدھا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہوں، بے وقوف نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے، اس نے کہا میں اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا اس لیے مجھے مسخ کر کے گدھا بنا دیا گیا تھا اور کافی دن تیری خدمت میں رہا ہوں اور اب میری ماں مجھ سے راضی ہوگئی ہے اس لیے میں دوبارہ آدمی بن گیا ہوں، بے وقوف نے کہا کہ لاحول ولاقوہ میں تجھ سے خدمت کیسے لیتا رہا تو تو مردار ہے، اس نے کہا یہ تو ہوا ہے بے قوف بولا چل اللہ کی پھٹکار میں دفع ہو جا، یہ چلا گیا اور بے وقوف واپس اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہنے لگے تجھے پتا ہے کہ آج ایسا ایسا ہوگیا ہے اور ہم ایک مردار سے خدمت لیتے رہے اب ہم کس طرح توبہ استغفار کریں اور کس طرح کفارہ دیں بیوی نے کہا جس طرح ممکن ہو صدقہ وغیرہ دے دو، پھر کچھ دن کے بعد بیوی نے کہا اب تم بار برداری کا کام کیسے کرو گے، جاؤ کوئی دوسرا گدھا خریدو تاکہ ہم اپنا کام چلائیں وہ بازار گیا اور دیکھا کہ اس کا گدھا بکنے کے لیے کھڑا ہے اور اس کی بولی لگ رہی ہے یہ اس کے پاس گیا اور بولا اے مردار ماں کی نافرمانی پھر کر دی۔

(حماقت اور اس کے شکار اردو ترجمہ اخبار الحمقیٰ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)



ایک دفعہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سر پر پگڑی باندھے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک گاؤں کا ایک رہنے والا شخص ملا، اس نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو روک کر ایک خط دیا اور کہا اسے پڑھ دیجیے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خط لے کر پڑھنے لگے مگر خط کی عبارت ایسی تھی کہ پڑھ نہ سکے، گاؤں والے نے غصے میں آ کر کہا: ''اتنی بڑی پگڑی سر پر باندھ رکھی ہے اور خط نہیں پڑھ سکتے؟'' شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھی اور بولے، تم خود پڑھ لو۔'' (ننھے مجاھد: ۲ دسمبر ۲۰۰۵ء)



مرزا غالب کے پاس اکثر گمنام خطوط گالیوں سے بھرے ہوئے آیا کرتے تھے جن میں ان کی شاعری پر اعتراض کیے جاتے تھے اور اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ ایک روز اسی قسم کا ایک خط آیا جس میں ان کو ماں کی گالی دی گئی تھی۔ پڑھ کر کہنے لگے: ''اس الو کو گالی دینی بھی نہیں آئی۔ بوڑھے یا ادھیڑ آدمی کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں تاکہ اس کو غیرت آئے۔ جوان کو جورو کی گالی دیتے ہیں کیوں کہ اسے اپنی بیوی سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں کیوں کہ وہ ماں کے برابر کسی سے مانوس نہیں ہوتا، یہ قرم ساق جو 72 برس کے بوڑھے کو ماں کی گالی دیتا ہے اس سے زیادہ بے وقوف کون ہوگا؟''



ایک دفعہ رمضان کے بعد مرزا غالب قلعہ میں گئے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''مرزا، کتنے روزے رکھے؟'' عرض کیا: ''پیرومرشد! ایک نہیں رکھا۔''



ایک پرلطف شعروسخن کی محفل میں غالب بیٹھے ہوئے میر تقی میر کی تعریف کر رہے تھے، شیخ ابراہیم ذوق نے کہا: ''میرے خیال میں تو سودا کو میر پر ترجیح ہے۔'' اس پر غالب نے کہا: ''واہ شیخ صاحب! میں تو آپ کو میری سمجھتا تھا، آج معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں۔''



ایک رئیس سید سردار مغرب کے بعد مرزا سے ملنے آئے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس جانے لگے تو مرزا ہاتھ میں شمعدان لے کر بسبب پیری کھسکتے ہوئے لب فرش

تک آئے تاکہ روشنی میں جوتا دیکھ کر پہن لیں، اس پر سید صاحب کہنے لگے: ''قبلہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی، میں اپنا جوتا آپ پہن لیتا۔'' مرزا نے کہا: '' دیکھو صاحب! ایسی فال منہ سے نہ نکالو اگر یہ مادہ بھی غلط نکلا تو میں سر پھوڑ کر مر جاؤں گا۔''

(ماھنامه بیدار ڈائجست لاھور جنوری : ۲۰۰۴ء)



ایک مرتبہ کوئی صاحب شیخ امام بخش ناسخ سے ملنے آئے اور کرسی پر بیٹھ کر اپنی چھڑی سے زمین پر پڑے ہوئے ایک ڈھیلے کو توڑنے لگے، ناسخ نے فوراً نوکر کو آواز دی، وہ آیا تو اس سے کہا کہ ایک ٹوکری مٹی کے ڈھیلوں کی بھر کر ان صاحب کے آگے رکھ دو تاکہ اطمینان سے اپنا شوق پورا کر لیں۔



ایک صاحب کی بیوی بڑی بد زبان تھی، ایک دن چند دوستوں کو گھر لائے، کمرے میں بٹھایا اور بیوی کے پاس آکر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا، بیگم خدارا آج کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے دوستوں کے سامنے میری بے عزتی ہو جائے، اچھا بتاؤ میرے دوستوں کے لیے آج گھر میں کیا پکایا ہے؟ منہ پھٹ بیوی زور سے چلائی: ''خاک پکائی ہے تیرے دوستوں کے لیے۔'' بے چارہ بڑا شرمندہ ہوا کہ دوستوں نے سن لیا ہوگا واپس دوستوں کے پاس آیا اور بیوی کی بات کی یوں توجیہہ کی:

''بھائی دراصل تمھاری بھابھی بڑی پڑھی لکھی خاتون ہے وہ جب کوئی لفظ بولتی ہے تو اس کا الٹ معنی مراد لیتی ہے، میں نے جب اس کو پوچھا کہ گھر میں کیا پکایا ہے تو اس نے کہا کہ ''خاک'' خاک کا الٹ لفظ ''کاخ'' ہے کاخ فارسی زبان میں ''محل'' کو کہتے ہیں ''محل'' کا الٹ لفظ ''لحم'' ہے اور لحم عربی زبان میں گوشت کو کہتے ہیں، اس لیے



دوستو! گھبرانا نہیں، تمھاری بھابی نے دراصل تمھارے لیے گوشت پکایا ہے۔" (علمی مزاح از پروفیسر منور حسین)



محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میری بطخ چراتے ہیں، پھر آپ نے نماز کے لیے اعلان کرایا (سب لوگ حاضر ہوگئے) پھر آپ نے خطبہ دیا، جس کے دوران فرمایا، تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔ یہ سن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ پکڑ لو اس کو یہی وہ چور ہے۔ (لطائفِ علمیہ، اردو ترجمہ، کتاب الاذکیا)



ایک اعرابی نے ابو الاسود الدئلی کے ساتھ کھانا کھایا، ابو الاسود نے اسے بڑے بڑے طریقے سے لقمے لیتے دیکھا، اسے یہ کچھ کرتے دیکھ کر ابو الاسود الدئلی کو سخت تعجب ہوا، چنانچہ اس نے اس اعرابی سے اس کا نام پوچھا، اس نے جواب دیا: ''لقمان'' تو ابو الاسود نے کہا کہ تیرے گھر والوں نے تیرا نام ٹھیک رکھا ہے تو واقعی اسم بامسمی ہے، لقمان یعنی بڑے بڑے لقمے لینے والا۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



شیخ امام بخش کے ایک شاگرد شاہ غلام اعظم افضل ایک دن آئے اور اسی

چار پائی پر بیٹھ گئے، جس پر استاد بیٹھے تھے۔ پھر چار پائی کا ایک تنکا توڑ کر چٹکی سے اس کو مروڑنے لگے، یہ دیکھ کر شیخ صاحب نے ملازم سے جھاڑو منگوائی اور افضل کے سامنے رکھ کر کہنے لگے: ''اس سے شوق فرمایئے، میری چار پائی اس قابل نہیں کہ آپ اس سے مشق ستم کریں، وہ آپ کے تھوڑے سے التفات سے برباد ہو جائے گی۔''

(ماهنامه بیدار ڈائجست لاهور جنوری : ۲۰۰۴ء)



شیخ قلندر بخش جرأت اس دور کے مشہور شاعر تھے اور انشاء کے دوست تھے مگر نعمت بصارت سے محروم تھے۔ ایک روز انشاء کی ملاقات کو گئے، دیکھا کہ بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ انشاء نے پوچھا: ''میاں کس فکر میں بیٹھے ہو؟'' جرأت نے جواب دیا: ''ایک مصرع خیال میں آیا ہے چاہتا ہوں کہ مطلع ہو جائے۔'' انھوں نے پوچھا: ''وہ مصرع کیا ہے؟'' جرأت کہنے لگے: ''مصرع تو بڑا عمدہ ہے مگر جب تک دوسرا مصرع نہ بن جائے گا بتلاؤں گا نہیں ورنہ تم مصرع لگا کر اسے چھین لو گے۔'' جب انشاء نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آخر جرأت نے مجبور ہو کر یہ مصرع ان کو سنایا......

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی

اس پر سید انشاء کی رگ ظرافت پھڑکی اور انھوں نے فوراً کہا ؎

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

چونکہ جرأت نابینا تھے اس لیے یہ پھبتی ان پر چسپاں ہو کر رہ گئی، انھیں بڑا غصہ آیا اور وہ لاٹھی لے کر انشاء کو مارنے اٹھے، انشاء فوراً کود کر باہر آ گئے۔

(ماهنامه بیدار ڈائجست لاهور جنوری : ۲۰۰۴ء)



مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے بانی رہنماؤں میں سے تھے، کانگریس کے اسٹیج پر سیاسی زندگی کا آغاز کیا، تحریک خلافت اور مجلس احرار کے اسٹیج پر جگمگائے، آخری دنوں میں مسلم لیگ کے ہم نوا ہوگئے، کانگریس کے چند کارکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دفتر احرار لاہور آئے اور کہنے لگے: ''شاہ جی! مولانا داؤد غزنوی سے کہیں کہ کانگریس تو انھوں نے چھوڑ دی مگر حساب تو دے دیں۔''

شاہ جی نے برجستہ کہا:

''محمود غزنوی نے حساب دیا جو داؤد غزنوی حساب دیں۔''

مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کانگریس نے حساب مانگا تھا۔ مولانا نے فرمایا: ''میاں! چلتے بنو، حساب قیامت کو ہوگا۔'' (روایت: شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ) (ہفت روزہ مجاهد: ۱۵ اپریل ۲۰۰۵ء)



اصمعی نے کہا کہ ایک اعرابی گوشت کی ایک ہڈی سے گوشت نوچنے سے پسینے سے شرابور ہوا تو اس نے ہڈی کو پھینکنا چاہا، اس کے تین بیٹے تھے، ایک بیٹے نے اس سے کہا کہ یہ ہڈی مجھے دے دو۔ باپ نے پوچھا کہ تم اسے کیا کرو گے، اس نے کہا کہ میں اس کا گوشت اس طرح نوچ لوں گا کہ تمھیں اس پر ذرہ برابر گوشت نظر نہیں آئے گا، باپ نے کہا کہ تو نے کوئی اچھی بات نہیں کہی، پھر دوسرے بیٹے نے باپ سے کہا کہ یہ ہڈی مجھے دو، باپ نے پوچھا کہ تم اس کا کیا کرو گے۔ بیٹے نے جواب دیا کہ میں اس طرح نوچ لوں گا کہ تمھیں پتہ نہ چل سکے کہ یہ ہڈی اس سال کی ہے یا گزشتہ سال کی۔ باپ نے کہا کہ تو نے بھی کوئی عمدہ بات نہیں کہی۔ اس کے بعد

تیسرے بیٹے نے کہا کہ ہڈی مجھے دو تم باپ نے پوچھا کہ تو اس کا کیا کرو گے تو بیٹے نے جواب دیا کہ میں اس ہڈی کو ابال کر اس کا رس نکال لوں گا، تو باپ نے کہا کہ ہاں! تو ہڈی لینے کا حق دار ہے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



دلی میں مرزا محمد رفیع سودا کی شاعری کا پرچار ہوا تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لیے ان کے پاس بھیجنے لگے، بادشاہ نے کوئی غزل اصلاح کے لیے بھیجی تھی، اس کی اصلاح میں دیر ہوئی تو بادشاہ نے تقاضا کیا اور پوچھا کہ ''مرزا! ایک دن میں کتنی غزلیں بنا لیتے ہو؟'' مرزا نے کہا: ''پیرو مرشد! طبیعت حاضر ہو تو دو چار شعر کہہ لیتا ہوں۔'' بادشاہ کہنے لگے: ''واہ ہم تو پے خانہ میں بیٹھے بیٹھے چار غزلیں کہہ لیتے ہیں۔''

مرزا نے بادشاہ کا خیال کیے بغیر بڑی بے پروائی سے جواب دیا: پیرو مرشد پھر ان غزلوں میں سے بو بھی ویسی ہی آتی ہے۔'' یہ کہہ کر چلے آئے اور پھر نہ گئے۔

(ماهنامه بیدار ڈائجسٹ لاهور جنوری: ۲۰۰۴ء)



سود خور شخص کو دنیا کی ہر چیز، حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ دولت سے محبت ہوتی ہے، قرآن کریم نے بھی سود کھانے والے شخص کی حالت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ یہ دولت کے پیچھے اس طرح دیوانوں کی طرح پھرتا ہے جیسے کسی کو شیطان نے مس کر دیا ہو، اور کل آخرت میں بھی اس کا یہی حال ہوگا۔

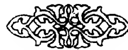
پاکستان بننے سے قبل دہلی میں ایک سود خور بنیا تھا جو سخت بیمار ہوگیا، بچنے کی

کوئی امید نہ رہی، لڑکوں نے علاج پر دس بارہ ہزار روپے خرچ کر دیے، زندگی تھی، کسی طرح بچ گیا، جب تندرست ہوگیا تو ایک دن دکان پر بیٹھا ہوا تھا لیکن بہت گم سم اور غمگین ہو کر دوستوں اور عزیزوں نے مبارکبادیں دیں کہ تم تندرست ہو گئے ہو، مگر وہ خوش معلوم نہ ہوتا تھا، کسی نے پوچھا: سیٹھ جی! کیا بات ہے؟ یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ زندگی دی ہے لیکن آپ تو بڑے غمگین دکھائی دیتے ہیں، سیٹھ کہنے لگا: بھئی! بات یہ ہے کہ اتنا روپیہ دوا دارو میں خرچ ہوگیا پھر بھی مرنا ابھی باقی ہے، سوچتا ہوں لگے ہاتھوں اسی خرچہ پر مر بھی جاتا تو کم از کم دوبارہ مرض الموت اور موت کے بعد کا خرچ ہی بچ جاتا۔

(علمی مزاح پروفیسر منور حسین چیمہ)



مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں کے مسودے املا یا ٹائپ نہیں کراتے تھے، اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ بیماری کے زمانے میں لوگوں نے انھیں مشورہ دیا کہ "سیرتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم" کے مدنی دور کے جو حصے زیرِ ترتیب ہیں وہ اگر آپ خود نہیں لکھ سکتے تو ڈکٹیٹ کروا دیا کریں تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے مولانا نے ازراہ خوش طبعی کہا: "میں ڈکٹیٹ کرانے کا عادی نہیں ہوں کیوں کہ میں کسی معنیٰ میں بھی ڈکٹیٹر کہلوانا پسند نہیں کرتا۔" (علمی مزاح: صفحہ ۱۶۳)



ایک روز نواب مرزا داغ دہلوی نماز پڑھ رہے تھے، ایک صاحب ملنے آئے اور ان کو نماز میں مشغول دیکھ کر لوٹ گئے، اسی وقت داغ نے سلام پھیرا، ملازم سے کہا: "فلاں صاحب آئے تھے اور چلے گئے، فرمانے لگے: "دوڑ کر جا، ابھی راستے

میں ہوں گے۔'' وہ بھاگا بھاگا گیا اور ان صاحب کو بلا کر لیا، داغ نے ان سے پوچھا کہ: ''آپ آ کر چلے کیوں گے؟'' وہ کہنے لگے: ''آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے میں چلا گیا۔'' داغ نے فوراً کہا: ''حضرت! میں نماز پڑھ رہا تھا، لاحول تو نہیں پڑھ رہا تھا جو آپ بھاگے۔''

(ماهنامه بیدار ڈائجسٹ لاهور جنوری: ۲۰۰٤ء)



جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار اسلام کی ''تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ'' چل رہی تھی، قاضی احسان اللہ شجاع آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) مجلس احرار کے ڈکٹیٹر کی حیثیت سے گرفتار ہو کر ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں ایام اسیری گزار رہے تھے، قاضی صاحب کے ساتھ دیگر قومی رہنماؤں کے علاوہ اخبار ''پرتاب'' کے مالک ''مہاشہ کرشن'' کے بڑے بیٹے ''مہاشہ ویرانڈر'' بھی قید تھے، موصوف متعصب ہندو تھے اور مذہب و سیاست پر اکثر بحث و تکرار اور چھیڑ چھاڑ کرتے۔

قاضی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن میں اور چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ کھانا کھا رہے تھے، میں نے یونہی ہڈی چبائی کہ اتنے میں ''مہاشہ ویرانڈر'' آ گئے اور ان کی نظر پڑ گئی، وہ ہم سے الگ تھلگ کھانا کھاتے تھے، مجھے ہڈی چباتے دیکھ کر کہنے لگے: قاضی! کتے کا کیا مذہب ہوتا ہے؟ مہاشہ نے چوٹ کی۔

میں نے کہا: مہاشہ جی! روٹی ڈال کر دیکھ لو، اگر تو ساتھ مل کر کھائے تو ہم میں سے اور اگر کھائے الگ بیٹھ کر پھر لالہ جی، مہاشہ ویرانڈر جواب سن کر سٹپٹایا اور سخت شرمندہ ہوا، اس دن کے بعد مہاشہ مجھے دیکھ کر کنی کتراتے اور بحث و تکرار سے بھی گریز کرتے۔ (بحوالہ: زندگی کے لطیف حادثے) (ننھے مجاهد: ۱۵ اپریل ۲۰۰۵ء)



مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو جب پہلی بار دل کا دورہ پڑا تو وہ اپنے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے، دفتر کے چند رفقاء عیادت کے لیے ان کے پاس اندر چلے گئے، صاجبزادہ ابراہیم صاحب نے آہستگی سے پوچھا، مولانا آپ کو دبا دوں؟ مولانا نے برجستہ جواب دیا، بھئی! مجھے اتنا بڑا آمر نہیں دبا سکا تو آپ کیا دبائیں گے؟ (یہ ایوب خاں کا آخری دور تھا)۔ (اردو ڈائجسٹ دسمبر: ۱۹۸۷ء ص ۱۹۷)



ایک دفعہ اسماعیل بن غزوان نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ صف مکمل ہے وہ دوسری صف میں اکیلا کھڑا نہ ہوسکتا تھا، اس نے اگلی صف سے ایک شیخ یعنی بزرگ آدمی کا کپڑا کھینچ لیا تاکہ وہ دوسری صف میں آ کر اس کے ساتھ کھڑا ہوا، جب شیخ پیچھے آیا تو اسماعیل آگے بڑھ کر اس شیخ کی جگہ جا کھڑا ہوا اور شیخ کو اکیلے پچھلی صف میں چھوڑ دیا جو پیچھے سے اسماعیل کو دیکھتا رہ گیا۔

(بخیلوں کے انوکھے واقعات: ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



۱۹۸۴ء میں پنڈت برجموہن کیفی دہلوی لکھنؤ گئے تو وہاں ایک شعر وسخن کی مجلس میں مسٹر حامد علی خاں جو شعرو ادب کا بہت اچھا مذاق رکھتے تھے، کسی غزل یا نظم کی فرمائش کی، ان مرحوم کی طبیعت میں بھی ظرافت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ کیفی کے کان کے پاس منہ لے جا کہا کہ:

اکہتر بہتر تہتر چوہتر   پچھتر چھہتر ستتر اٹھتر

اس مذاق کو سن کر کیفی نے خوب داد دی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب محفل خوب جم رہی تھی تو حامد علی خاں نے کیفی سے کچھ سنانے کے لیے کہا: اس پر کیفی نے فی البدیہہ اسی لہجہ میں حامد علی خاں کے کان کے پاس اپنا منہ لے جا کر کہا:

اکیاسی بیاسی تراسی چوراسی　　پچاسی چھیاسی ستاسی اٹھاسی

اس پر ساری محفل کشت زعفران بن گئی اور دیر تک یہ لطیفہ نقل محفل بنا رہا۔

(ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ لاہور جنوری: ۲۰۰۴ء)



ایک مرتبہ مولوی فیض الحسن سہارنپوری کو بھی بڑا خفیف ہونا پڑا، ہوا یہ کہ ایک مشاعرے سے رات گئے مولانا اور مرزا غالب واپس آ رہے تھے، اپنے اپنے گھر کے لیے دونوں کو ایک تنگ گلی میں سے گزرنا پڑا، بیچ گلی میں ایک گدھا کھڑا تھا جس سے راستہ رک گیا تھا، غالب نے اس گدھے کو ایک طرف کیا، اس پر بطور مزاح مولانا نے کہا کہ مرزا صاحب! دلی میں گدھے بہت ہیں، غالب اس طنز کو بھلا کب برداشت کر سکتے تھے، فوراً جواب دیا: ''نہیں مولانا! باہر سے آ جاتے ہیں۔'' اس لطیف چوٹ کا جواب مولانا سے بن نہ آیا اور جھینپ کر چپ ہو گئے۔

(ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ لاہور جنوری: ۲۰۰۴ء)



سیاسیات میں ہمیشہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر کا نام اکٹھا لیا جاتا ہے اور ''علی برادران'' کے نام سے ان کو پکارا جاتا رہا لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ ادبیات میں ان کو اکٹھا کیوں نہ رکھا جائے، اگرچہ مولانا شوکت علی ادبی آدمی نہیں ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ ''آپ کے بڑے بھائی ذوالفقار علی کا تخلص گوہر ہے، آپ کے دوسرے بھائی محمد علی کا تخلص جوہر ہے۔ آپ کا کیا تخلص ہے؟'' کہنے لگے: ''شوہر۔''

(ماهنامه بیدار ڈائجسٹ لاهور جنوری : ۲۰۰٤ء)



اگرچہ مولانا شوکت عربی کو نہیں جانتے تھے مگر جب کبھی کوئی عرب سے آجاتا تھا تو اس سے عربی میں بات کرنے کی کوشش کرتے تھے، ایک دفعہ چند نوجوان سر ہوگئے کہ ''آپ عربی نہیں جانتے تو عربی میں بات کیسے کر لیتے ہیں؟''

اس پر مولانا بگڑ کر کہنے لگے: ''واہ! یہ کیا بات ہے، ہم عربی خوب جانتے ہیں۔''

کسی لڑکے نے پوچھا: ''اچھا بتایے گھٹنے کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟'' مولانا نے بے تامل جواب دیا: ''گھٹنا عرب میں ہوتا ہی نہیں۔''

اس مضحکہ خیز جواب پر سارے لڑکے مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہوگئے۔



پنجاب کے مشہور اور ہر دلعزیز شاعر ''امام دین گجراتی'' ایک دن اپنے چند مداحوں کے ساتھ سڑک کے کنارے چل رہے تھے، ایک مداح نے کہا: حضرت! یہ جی، ٹی روڈ ہے، اس کی شان میں کچھ ارشاد ہو جائے کہنے لگے: لو پھر سن لو۔

''یہ سڑک!! لاہور سے پنڈی کو جاتی ہے بے دھڑک' شاگردوں نے کہا:

''جناب یہ کیسا شعر ہے۔'' پہلا مصرع اتنا مختصر اور دوسرا اتنا طویل! شعر کا وزن مناسب نہیں، امام دین صاحب فرمانے لگے، ارے نالائقو تم کیا جانو امام دین کے تخیل کو؟ بات یوں ہے کہ شعر کا پہلا مصرع سڑک کی چوڑائی کو ظاہر کر رہا جبکہ

دوسرا مصرع سڑک کی لمبائی کو۔ (علمی مزاح صفحہ : ۱۵٦)



مولانا ابو الکلام آزاد نینی تال جیل الہ آبادی میں قید تھے۔

جیل میں میری کوٹھڑی کے عین سامنے ایک دوسری کوٹھڑی میں کوئی چینی قیدی رہتا تھا مگر زبان کی بیگانگی کے باعث ہم دونوں آپس میں بات چیت نہیں کر سکتے تھے، ایک دوسرے کا منہ تک کر رہ جاتے تھے...... ؎

زبان یار من چینی و من چینی نم دانم

اس چینی کو یہ معلوم نہ تھا کہ کس جرم میں ماخوذ ہوں۔ غالباً سوچتا رہتا ہوگا کہ آخر ایک دن اس سے نہ رہا گیا، میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اپنا ہاتھ لہرانے لگا، یعنی یہاں کیسے آئے ہو......؟ میں کیا جواب دیتا خاموش رہا تو اس نے پوچھا: ''اوپیم؟'' یعنی کیا افیم کے معاملہ میں پکڑے گئے ہو؟'' میں نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے اپنے ہاتھ کو اپنے گلے پر چھری کی طرح پھیرا یعنی کسی کو قتل کیا ہے؟ میں نے پھر سر ہلایا، تو آخر اس نے پوچھا: ''گاندھی'' اس پر میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ بالکل مطمئن ہوگیا، گویا اس کے نزدیک گاندھی جی بھی ناجائز افیم اور قتل کی طرح جرائم میں داخل ہے۔



شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ ایک انگریز نے از راہ تمسخر سوال کیا، شاہ صاحب! تمام انگریز ایک ہی روپ رنگ (یعنی سفید رنگ) کے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں، یہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی قوم کے (ہندوستانی) لوگ کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی گندمی اور کوئی سانولا ہوتا ہے، آخر ان رنگوں کے اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فوراً جواب دیا بھئی! تم نہیں جانتے کہ گدھوں کے رنگ عموماً ایک جیسے ہی ہوتے ہیں مگر گھوڑوں میں کوئی سیاہ، کوئی سفید، کوئی سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔

انگریز یہ سن کر شرمندہ اور لا جواب ہوگیا۔ (علمی مزاح از پروفیسر منور حسین چیمہ)



صحافی تاجر اقبال لکھتے ہیں: ایک روز میں پیر صاحب پگاڑا کے لیے پھولوں کا گلدستہ اور چاکلیٹ لے کر گیا، حسب معمول مجلس لگی ہوئی تھی، اٹھ کر آئے اور بڑھ کے مجھے گلے لگا لیا، چاکلیٹ میں نے میز پر رکھ دیے، گلدستہ سنبھالتے ہوئے پیر صاحب بولے، میں نے آپ کا بھی رتی بھر فائدہ نہیں کیا، آپ کیوں تکلیف کیا کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: جناب! اتنا کیا کم ہے کہ آپ میرا نقصان بھی تو نہیں کرتے، اس پر سب لوگ ہنس پڑے۔

(روزنامہ جنگ ایڈیشن ۲۸، جنوری ۱۹۷۸ء)



ایک شخص نے گھر کے مصارف سے تنگ آ کر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے، ایک بیوی تھی اس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلا بن گیا، گلے میں کفنی ڈالی، ہاتھ میں کاسہ لیئے، در بدر بھیک مانگنے کا انداز اختیار کر لیا، ایک دن پھرتا پھراتا اس بستی میں آ نکلا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی، حسب عادت صدا کی (بھلا ہو مائی کچھ بھیجو فقیر کو) مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی۔

جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں، خیر ان کو کچھ آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی! گو ہمارا تمھارا میاں بیوی کا رشتہ تو ختم ہو چکا ہے لیکن لاؤ تمھاری روٹی تو پکا دیں کہا،

اچھا: مگر آٹا، دال، نمک مرچ اور لوٹا کونڈا، توا، چولہا، کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں، یہ سامان لو اور پکا دو، تب اس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ مارا اور کہا: ''اے بھڑوے! سارا سامان دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے کیا بیوی ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک دنیا بن گیا۔ (مخزن اخلاق)



مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی مولوی معنوی میں فرماتے ہیں:

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا، اسے اپنے علم پر بڑا ناز اور فخر تھا، ملاح کو کہنے لگا کہ میاں تم نے ساری عمر کشتی چلانے میں گزار دی ہے یا کچھ علم صرف ونحو (عربی گرامر کا علم) بھی پڑھا ہے؟ ملاح نے کہا: جی نہیں، عالم کہنے لگا: تو پھر تو نے آدھی عمر ضائع کر دی، ملاح کو اس بات سے بڑا دکھ اور رنج پہنچا، لیکن اس وقت کوئی جواب نہ دیا، کشتی دریا میں ابھی تھوڑا ہی آگے گئی تھی کہ ہوا نے اس کو بھنور میں ڈال دیا، ملاح نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے نحوی سے کہا: اے عالم صاحب! ساری عمر صرف ونحو ہی پڑھتے رہے ہو یا کہ تیرنا بھی کچھ سیکھا ہے؟ اس نے ڈرتے اور کانپتے ہوئے جواب دیا کہ مجھ سے تیرا کی کی امید کیسے ہوسکتی ہے؟ ملاح نے کہا: اے عالم صاحب! میری تو آدھی عمر برباد ہوئی آپ نے تو ساری عمر برباد کر دی، (اس لیے کشتی تو اب ڈوب رہی ہے) (علمی لطائف: ۱۱۸)



نبوت کے جھوٹے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ایک ماننے والے ''سراج الحق احمدی'' کو حکم دیا کہ شہر قادیان کے سارے کتے مار دو، اس نے سب

مار دیے، شہر کے بچوں نے اس کا نام ''پیر کتے مار'' مشہور کر دیا، جہاں جاتے لوگ اسی نام سے اس کو پکارے ایک دن بے چارہ بڑا تنگ آ گیا اور مرزا صاحب سے شکایت کی کہ لوگ مجھے یوں کہتے ہیں، مرزا غلام احمد نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ''کوئی بات نہیں...... اگر لوگ تجھ کو ''پیر کتے مار'' کہتے ہیں تو میرا نام بھی حدیث میں ''سور مار'' آیا ہے یعنی ''یقتل الخنزیر'' (یعنی وہ خنزیر کو قتل کرے گا) اس لیے تم پیر کتے مار ہو اور میں پیر سور مار ہوں۔ (علمی لطائف)



ابن حسان نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک نادار شخص رہتا تھا اور اس کا ایک بھائی مال دار تھا لیکن حد سے زیادہ بخیل اور شیخی خور تھا، ایک دن اس سے نادار بھائی نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ میں ایک عیال دار مفلس شخص ہوں اور تم مال دار ذمہ داریوں کے بوجھ سے ہلکے ہو، تم میرے برے وقت میں میری مدد نہیں کرتے اور کچھ اپنے مال کے ذریعے میری دلجوئی نہیں کرتے اور میرا کچھ بوجھ ہلکا نہیں کرتے، اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ بخیل کبھی سنا نہ دیکھا، تو اس نے جواب دیا کہ تم پر بڑا افسوس ہے، معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو اور نہ میرے پاس مال ہے جیسا کہ تمھارا خیال ہے اور نہ ہی میں تمھارے قول کے مطابق بخیل اور اور خوشحال ہوں، بخدا اگر میرے پاس دس لاکھ درہم ہوتے تو میں تمھیں یقیناً پانچ لاکھ درہم دے دیتا، لوگو! کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جو شخص بیک جنبش پانچ لاکھ درہم بخشش کرے وہ بخیل کہلائے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



فرانسیسی ناول نگار کولیٹ بلیوں کی بڑی شیدائی تھی، امریکہ کا دورہ کرتے ہوئے اسے بازار میں ایک بلی بیٹھی دکھائی دی، وہ اس سے باتیں کرنے کے لیے قریب چلی گئی اور دونوں ایک آدھ منٹ تک سر جوڑے میاؤں میاؤں کرتی رہیں، پھر کولیٹ اپنی ساتھی کی طرف مڑی اور کہنے لگی:

''آخر کوئی تو ایسا ملا جسے فرانسیسی بولنی آتی ہے۔''



۱۸۸۹ء میں رڈیارڈ کپلنگ نامی ایک غیر معروف قلمکار سان فرانسسکو ایگزامنیر کے ایڈیٹر کے پاس ایک مضمون لایا، ایڈیٹر نے مضمون کو ایک نظر دیکھ کر کہا کہ اسے تو سان فرانسسکو میں عام ذہانت کا شہری بھی مضحکہ خیز خیال کرے گا۔

کپلنگ نے اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے سے انکار کر دیا اور پھر اس شہر سے چلا آیا، پھر ۱۹۰۷ء میں ایگزامیز کے ایڈیٹر نے سنا کہ اسی رڈیارڈ کپلنگ نے ادب کا نوبل انعام جیت لیا ہے۔

یاد رہے کہ انگریزی کے یہ مشہور ادیب رڈیارڈ کپلنگ کوئٹے میں پیدا ہوئے تھے اور لاہور میں انھوں نے خاصی مدت گزاری۔



امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی کہتا کہ آپ کس مسلک پر عمل کرتے ہیں تو وہ ہمیشہ نفی رکھتے، وہ کہتے کہ: ''اگر میں کہوں کہ میں حنفی ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ توں تو شراب کو حلال سمجھتا ہے۔''

اگر میں کہوں کہ میں مالکی ہوں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو کتے کے جھوٹے صحیح

سمجھتا ہے اگر میں کہوں حنبلی تو لوگ کہتے ہیں کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تو ہماری طرح ہے یعنی اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔

باقی رہے اہلحدیث اگر میں کہتا ہوں کہ میں اہلحدیث کی جماعت سے ہوں تو لوگ کہتے ہیں یہ تو ''سانڈ'' ہے اسے تو کوئی سمجھ ہی نہیں۔ (مقدمہ تفسیر الکشاف)



روایت ہے کہ عبدالملک بن قیس الذئبی نے اہل بصرہ کے اشراف یعنی معززین میں سے ایک شخص کو دعوت پر بلایا، عبدالملک کھانے کے معاملے میں تو بخیل تھا، لیکن مال (درہم) دینے کے سلسلے میں سخی تھا، یہ شخص اپنے ساتھ ایک مسکین آدمی کو بھی لے آیا، جب عبدالملک نے اسے دیکھا تو سخت دل تنگ ہوا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر گویا ہوا کہ تجھے اپنے پاس (دعوت پر) روکے رکھنے سے ایک ہزار درہم دینا زیادہ بہتر ہے، چنانچہ اس نے ہزار درہم دینے کا تاوان دینا قبول کر لیا لیکن ایک روٹی یا کھانا کھلانا برداشت نہ کر سکا۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



ایک دفعہ مشاعرہ ہو رہا تھا، مشاعرہ کی کمپیئرنگ کرتے ہوئے مہندر سنگھ بیدی نے بزرگ اور دراز ریش مشاعر کا تعارف کرایا:

''اب میں زحمتِ کلام دوں گا چوٹی کے شاعر جناب فنا نظامی بدایوانی کو کہ وہ اپنی غزل سنائیں۔''

مولانا مائک کے سامنے آئے، اپنی لمبی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے:

''حضرات! سردار صاحب نے درست نہیں کہا۔ ''چوٹی'' کے شاعر تو وہ خود

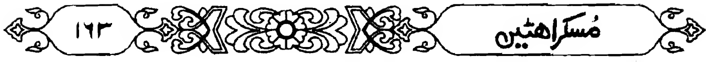
ہیں میں تو محض داڑھی کا شاعر ہوں۔'' (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



خاقان بن صبیح نے کہا کہ میں ایک خراسانی کے ہاں رات کے وقت گیا تو وہ روشنی کے لیے ہمارے پاس ایک چراغ لے آیا، جس میں بہت باریک بتی تھی، اس شخص نے چراغ کے تیل میں تھوڑا سا نمک بھی ڈال دیا تھا (اس کے خیال کے مطابق یوں تیل کم خرچ ہوتا تھا) اس نے چراغ دان کے ستون کے ساتھ ایک لکڑی دھاگے کے ساتھ باندھ کر آویزاں کر رکھی تھی اور اس لکڑی میں ایک سوراخ کر رکھا تھا جس سے باندھنے کے لیے اس میں جگہ بن گئی تھی، جب چراغ کی روشنی بجھنے لگتی تو اس لکڑی کے ساتھ یہ شخص بتی کو ذرا اونچی کر دیتا، میں نے اس سے پوچھا کہ بندھی ہوئی لکڑی کا کیا مقصد ہے' اس نے بتایا کہ اس لکڑی نے ایک دفعہ تیل جذب کر لیا ہے اگر یہ لکڑی ضائع ہوگئی اور حفاظت سے نہ رکھی گئی تو ہمیں بتی اونچی کرنے کے لیے ایک نئی سوکھی لکڑی کی ضرورت ہوگی (جو دوبارہ اپنے اندر تیل جذب کرے گی) اور اگر ہماری اور لکڑی کی یہ صورت یوں ہی برقرار رہی تو مہینہ بھر کا تیل ایک ہی رات میں ختم ہو جائے گا۔ (کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



مولانا عبدالحمید سالک مشہور مترجم اور ادیب حکیم حبیب اشعر سے ملے ان کے مطب میں داخل ہوئے، ان کی نظر ایک فربہ اندام بدہیئت سی خاتون پر پڑی جو برآمدہ میں بیٹھی پان چبا رہی تھی، مولانا اس پر اچٹتی سی نظر ڈالتے ہوئے، حکیم صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے لیکن یہ دیکھ کر رک گئے کہ وہاں ایک نوخیز خاتون حکیم صاحب سے محوگفتگو ہے، حکیم صاحب نے جب سالک صاحب کو



ہچکچاتے ہوئے دیکھا تو ہنس کر کہنے لگے:

''مولانا تشریف لائیے تکلف کیسا؟ یہ تو غنیۃ الطالبین، ہیں۔''

مولانا سالک ہنسے اور برجستہ کہا: ''تو گویا باہر والی خاتون، دلائل الخیرات ہیں۔''



ایک شخص جوہری کے ہاں کھانے پر آن پہنچتا تھا، وہ کھانے کا وقت تاڑ لیتا اور کبھی اس سے نہ چوکتا، جب وہ داخل ہوتا تو اس وقت لوگ کھانے کھا رہے ہوتے، یہ شخص دسترخوان بچھتے ہی پکارتا: خدا فرقہ قدریہ پر لعنت کرے، بھلا مجھے اس کھانے سے کون روک سکتا ہے جب کہ لوح محفوظ پر یہ لکھ دیا گیا ہے کہ میں یہ کھانا ضرور کھاؤں گا۔

جب اس شخص کا یہ معمول کثرت اختیار کر گیا تو ریاح نے اس شخص سے کہا کہ تم رات کو یا صبح سویرے آؤ اگر تجھے کھانے کو کچھ مل گیا تو نہ صرف فرقہ قدریہ بلکہ ان کے آباء و اجداد اور ان کی ماؤں پر بھی لعنت کرنا۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



دیوال حویلیاں میں چوہدری شیر زمان رہتے ہیں کہتے ہیں کہ پاکستان بننے سے پہلے اس علاقے میں ہندو سکھ اور مسلمان اکٹھے رہتے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ بھی لگاتے شام کو بیٹھ کر باتیں کرتے ایک سکھ گبت سنگھ ہوتا تھا اس نے ایک روز بیٹھے بیٹھے محفل میں موجود مسلمانوں سے پوچھا کہ تم مسلمان کیسے ہوتے ہو......؟

لوگوں نے کہا کہ کلمہ پڑھ کر۔

گبت سنگھ نے کلمہ پڑھا اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھی بھیجا ایک مسلمان نے خوش ہوکر کہا، سردار جی! آپ تو مسلمان ہو گئے......؟

گبت سنگھ نے کہا ہاں! میں مسلمان ہوگیا مگر تمھاری طرح کا مسلمان نہیں۔

ماخذ! درس عبدالسلام بھٹوی صاحب "ایماندار کون؟" مرکز خالد بن ولید دیوال



مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل الثقفی کے پاس کوفہ کی گورنری کے دوران کھانے کے بعد اس کے دسترخوان پر ایک بکری کا بھنا ہوا بچہ رکھا جاتا تھا، کوئی شخص اسے ہاتھ نہ لگاتا حتیٰ کہ وہ خود بھی اسے نہ چھوتا تھا، اس کے ہاں ایک دن ایک اعرابی آیا، اسے اس سلسلے میں ہمارے دوستوں کے رویے کا علم نہ تھا، وہ اس کا گوشت کھائے بغیر نہ رہ سکا یہاں تک کہ وہ اس کی ہڈیاں بھی چبا گیا، مغیرہ نے اسے کہا کہ:

"اے شخص! تم اس مسکین کی ہڈیوں سے خون کا بدلہ لے رہے ہو، کیا اس کی ماں نے تمھیں سینگ مارے تھے۔"

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



ابوسعید اپنے ملازم کو گھر سے کچرا (سونت) باہر پھینکنے سے منع کیا کرتا تھا، بلکہ اس نے ملازم کو حکم دے رکھا تھا کہ دوسرے گھروں کا کچرا بھی اکٹھا کرلیا کرے اور ان کے گھر یعنی ابوسعید کے گھر کے کچرے میں لاکر ڈالا کرے، جب فارغ وقت آتا تو ابوسعید بیٹھ جاتا اور ملازم تھیلا لے کر آجاتا اور ابوسعید کے سامنے تھیلے میں سے کچرا خالی کیا کرتا، پھر ایک ایک کر کے تھیلوں کو ٹٹولتے اگر ان میں کوئی درہم، تھیلی، جس میں کھانے کی کوئی چیز ہو دینار یا زیور کا کوئی ٹکڑا ملتا تو اس سے نمٹنے کا

جانا پہچانا طریقہ ہے اور جو روئی کا کوئی ٹکڑا مل جاتا تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ روئی کو جمع کر کے زیر پالان بنانے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا، اسی طرح کپڑوں کے ٹکڑوں اور پہننے کے پھٹے ہوئے کپڑوں کو چینی اور مٹی کے برتن بنانے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا اور جو بوتلیں مل جاتیں تو وہ شیشہ گروں کے ہاتھ بیچتا اور کھجور کی گٹھلیاں ایندھن والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا اور جو انار کے چھلکے مل جاتے تو انھیں کپڑا اور چمڑا رنگنے والوں کے ہاتھ فروخت کرتا...... اگر آڑو کی گٹھلیاں مل جاتیں تو انھیں مالیوں اور باغبانوں کے ہاتھ فروخت کرتا، کیل اور لوہے کے ٹکڑے لوہاروں اور آہنگروں کو بیچ دیتا، کاغذ مل جاتے تو انھیں نقش و نگار بنانے والوں کے ہاتھ بیچتا، پیالوں اور پلیٹوں کو گھڑوں کے ڈھکنوں کے لیے فروخت کرتا اور لکڑی کے ٹکڑے زین سازوں کے ہاتھ بیچتا اور ہڈیوں کے ٹکڑے ایندھن کے طور پر فروخت کرتا اور گھاس کے ٹکڑے نئے تنوروں میں کام آنے کے لیے فروخت کرتا اور جو کنکر پتھر ملتے وہ اکٹھا کر کے مکان بنانے کے لیے فروخت کرتا، اس کے بعد اس کچرے کو ہلاتا جلاتا اور چیزیں الگ الگ کرتا تا کہ ردی چیزیں اکٹھی ہو جاتیں تو انھیں تنور میں پھینک دیتا اگر تارکول ملتا تو اسے تارکول والوں کے ہاتھ بیچتا، اس کے بعد جب صرف مٹی رہ جاتی تو اسے فروخت کر کے اینٹیں تیار کرتا یا کسی اور کام میں لاتا، وہ تمام گھر والوں کو ہدایت کرتا کہ وہ وضو اور غسل ایسی مٹی پر کریں تا کہ اس پانی سے یہ مٹی جب گارا بن جائے تو وہ اس سے اینٹ تیار کرے۔

وہ کہا کرتا تھا: ''جو شخص میری طرح کفایت شعاری کرنا نہیں جانتا، اس کے منہ ہی نہ لگنا چاہیے۔''

(بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



مثنی بن بشیر نے کہا کہ ابوعبداللہ مروزی اہل خراسان کے ایک شیخ کے ہاں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس نے روشنی کے لیے سبز رنگ کی مٹی کا چراغ جلایا ہوا ہے تو شیخ نے اس سے کہا بخدا تمھارے ہاتھوں کبھی کوئی اچھا کام نہ ہوا، میں نے تمھیں پتھر کا چراغ لانے پر ملامت کی تھی اور تم نے اس کا ازالہ مٹی کے چراغ سے کیا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ مٹی اور پتھر دونوں بڑی بری طرح تیل کو جذب کرتے ہیں، اس شخص نے کہا کہ میں آپ کے قربان جاؤں۔ میں نے یہ چراغ اپنے ایک تیلی دوست کو دیا تھا، اس نے اسے مہینہ بھر تیل صاف کرنے کے برتن میں ڈالے رکھا، یہ تیل میں اس درجہ تر ہو چکا ہے کہ اب اسے مزید تیل جذب کرنے سے روکنے کا آسان نسخہ ہے جو تم نے آزما لیا ہے، لیکن تمھیں معلوم ہے کہ چراغ میں آگ کی جگہ بتی کے پاس ہوتی ہے جہاں ہر وقت آگ کا شعلہ ہوتا ہے، جس سے وہ جگہ خشک ہوتی رہتی ہے جب بھی وہ جگہ تیل سے تر ہو جاتی ہے تو آگ جلنے کے بعد دوبارہ اسے خشک کر دیتی ہے اور یہ اس کا مستقل عمل ہے، اگر تم اس بات کا اندازہ کرتے کہ یہ جگہ کتنا تیل چوستی ہے تو تمھیں معلوم ہوتا کہ جتنا تیل بتی کے چوسنے میں خرچ ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ خشک ہو کر ضائع ہوتا ہے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



سید محمد جعفری اور شوکت تھانوی کراچی کی ایک شاہراہ سے گزر رہے تھے، سڑک کے کنارے جراثیم کش تیل کی شیشیاں پکڑے ایک شخص کھڑا آواز لگا رہا تھا...... ''کھٹمل مارو، پسو مارو۔''

شوکت تھانوی چلتے چلتے رک گئے اور جعفری صاحب سے کہنے لگے:

''سن رہے ہیں شاہ صاحب! یہ شخص قادیانی لگتا ہے جو ہم دونوں کے

خلاف زہر اگل رہا ہے۔'' (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



جب اسد بن عبداللہ البجلی خراسان کا والی تھا تو اس زمانے میں ایک نانبائی نے اسے خوب اچھی طرح بھنا ہوا گوشت پیش کیا، اسد کو نیم پکا گوشت پسند تھا، اس نے نانبائی سے کہا' کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمھاری ''ہنرمندی مجھ سے چھپی ہوئی ہے تم نے دراصل گوشت کو بھوننے میں مبالغہ اس لیے نہیں کیا ہے کہ یہ اچھا اور مزیدار پکے بلکہ تم اس طرح اس کی ساری چربی نچوڑ لیتے ہو اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہو جب اسد کے بھائی کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے کہا کہ ''کئی جاہل علم سے بہتر ہوتے ہیں۔''

(بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



محترم عبدالسلام بھٹوی صاحب نے مرکز خالد بن ولید دیوال حویلیاں میں ایک روز درس دیتے ہوئے کہا کہ: ''جہاد افغانستان کے دوران کنٹر کے مقام پر ایک روز تبلیغی جماعت والے چلے گئے، وہ تبلیغ کرتے کرتے مورچہ پر قائم مجاہدین کے پاس پہنچے اور ہر ایک مجاہد کے پاس جا کر کہنے لگے:

یہ کیا کر رہے ہو..........؟

''جہاد کر رہا ہوں۔'' ہر مجاہد جواب دیتا۔

تبلیغی جماعت والے کہتے کیا تمھارا کلمہ صحیح ہے نماز ٹھیک ہوگئی......؟ جاؤ پہلے رائے ونڈ جا کر ایمان کو مکمل کرو پھر جہاد کرنا، شیخ جمیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں کنٹر کے امیر تھے اور ان کی امارت میں کنٹر میں روسیوں کے خلاف جہاد ہو رہا تھا، انھیں

جب معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کے احباب مورچوں پر مجاہدین کو کلمہ اور نماز سیکھنے اور ایمان مکمل کرنے کی دعوت دے رہے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا تبلیغی جماعت والے جماعت کی صورت میں ان کے سامنے جا بیٹھے شیخ جمیل الرحمٰن نے حال احوال دریافت کیا پھر ہر کسی سے پوچھا:

''جناب! آپ کو تبلیغ میں کتنا عرصہ گزر گیا......؟''

کسی نے کہا دس سال ...... کوئی بولا بیس سال، شیخ صاحب نے کہا: پھر تو اتنے طویل ترین عرصہ میں آپ کا ایمان تو بہت پختہ ہوگیا ہوگا، آپ یوں کریں کہ یہاں مورچوں پر آپ روس کے خلاف جہاد کرو اور ہم رائے ونڈ میں ایمان مکمل کر کے آتے ہیں، تبلیغی جماعت والوں نے یہ سنا تو چپکے سے وہاں سے کھسک گئے۔

(درس عبدالسلام بھٹوی، موضوع ایمان دار کون؟......حویلیاں)



ابو اسحاق ابراہیم بن سیار نظام کا کہنا ہے کہ ہمیں ہمارے ایک پڑوسی نے دعوت پر بلایا انھوں نے کھانے کے لیے ہمارے سامنے کھجور اور صاف کیا ہوا گھی پیش کیا۔ دسترخوان پر مذکورہ چیزوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا، ہمارے ساتھ ایک خراسانی بھی کھا رہا تھا، میں نے دیکھا کہ خراسانی دسترخوان پر گھی کے قطرے گرا رہا ہے، یہاں تک کہ اس نے بہت سا گھی دسترخوان پر گرا دیا، میں نے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے جو میزبان کا گھی ضائع کر رہا ہے اور بری طرح کھا رہا ہے اور اپنے حق سے زیادہ گھی لے رہا ہے، وہ کہنے لگا کیا تمھیں اس کی وجہ معلوم نہیں...... میں نے جواب دیا واللہ ہرگز نہیں، اس نے جواب دیا کہ یہ دسترخوان دراصل اس کا اپنا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ گھی سے دسترخوان کو خوب چکنا کر دے تا کہ یہ گھی دسترخوان کے لیے بمنزلۂ دباغت کے ہو جائے، اس شخص نے

اپنی بیوی کو طلاق دے دی، حالانکہ وہ اس کی کئی بچوں کی ماں ہے، طلاق کی وجہ یہ تھی کہ اس نے دسترخوان کو گرم پانی سے دھویا تھا، خراسانی نے بیوی سے کہا کہ اس نے دسترخوان کو گرم پانی سے دھونے کی بجائے صرف پونچھ کر صاف کیوں نہ کیا۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



خالد بن صفوان کے پاس ایک نوکر آڑو کی ایک پلیٹ لے کر آیا، یہ آڑو یا تو ہدیہ کے طور پر آئے تھے یا پھر ملازم باغ سے توڑ کر لایا تھا، جب نوکر نے پلیٹ خالد کے سامنے رکھ دی تو اس نے نوکر سے کہا کہ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تم نے ان آڑوؤں میں سے کچھ آڑو نہیں کھائے ہوں گے، تو میں تمھیں ایک آڑو دیتا۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



بزرگ ناول نگار، ایم اسلم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ارادات اور ان سے وابستہ یادوں کو تازہ کر رہے تھے، انھوں نے حاضرین کو بتایا:

”ایک دن علامہ رحمۃ اللہ علیہ خوشگوار موڈ میں تھے، حقے کی نلی ان کے ہاتھ میں تھی مولانا گرامی بھی موجود تھے، دونوں باری باری کش لگاتے اور علم و فضل کے موتی رولتے تھے، یکا یک گرامی صاحب نے میری جانب توجہ کی اور کہا: ”اسلم! کوئی شعر سناؤ۔“

میں نے تازہ کہا ہوا شعر سنایا، مولانا گرامی نے تعریف کی لیکن علامہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ شعر پڑھا اور علامہ کا ردعمل دیکھنے کے لیے ان کی جانب دیکھا، علامہ نلی نے حقّے کی لبوں سے الگ کی اور کہنے لگے:

''اسلم! نثر لکھا کرو.....'' سو حاضرین وہ دن اور آج کا دن، میں علامہ کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں نثر لکھتا ہوں اور شعر کو ہاتھ نہیں لگاتا۔''

پچھلی صفوں سے کسی نے سوال کیا: ''علامہ نے آپ کی نثر دیکھی تھی؟''

(ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



ابوسعید سجادہ کا کہنا ہے کہ اہل مرو میں سے کچھ لوگ سال میں کسی وقت بھی موزے نہیں اتارتے تو تین ماہ تک تو پنجوں کے بل چلتے ہیں اور باقی تین ماہ اپنی ایڑیوں کے بل چلتے ہیں، چھ ماہ پہننے کے باوجود ان کے موزے ایسے لگتے ہیں کہ گویا انھوں نے صرف تین ماہ پہنے ہیں، پنجوں اور ایڑیوں کے بل چلنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں موزوں کے تلے گھس نہ جائیں، ظاہر بات ہے کہ پورا قدم لگانے کی صورت میں موزوں کے تلوے گھس جائیں گے، اس طرح وہ اپنے جسم کو اذیت دے کر موزوں کی عمر بڑھاتے ہیں۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کڑیال ہمارے گاؤں بوہلیاں سے ساڑھے چار یا پانچ میل کے فاصلہ پر بڑا قصبہ تھا۔ میں اپنے کچھ ساتھیوں سمیت ویرو کے یا کسی اور جلسہ میں شمولیت کے لیے جا رہا تھا ایک ساتھی نے کہا کڑیال کا چوہدری غلام محمد جو کہ مرزائی ہو چکا ہے، بہت یاد کرتا ہے اسے ملتے چلیں، ہماری آپس میں رشتہ داریاں بھی تھیں اور میں اکثر بوہلیاں آتا جاتا تھا۔ ہم اس کی حویلی میں چلے گئے بہت پر تپاک طریقہ سے ملا باتوں ہی باتوں میں اس نے

مرزائیت کی دعوت شروع کر دی کہنے لگا مرزا صاحب کی بیعت میں ہی نجات ہے مرزا صاحب نے ازالہ واہام میں اپنی نبوت کی دلیل یہ دی ہے کہ میرے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد حروف ابجد کے حساب سے 1901 بنتے ہیں اور 1901 میں ہی انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، لہٰذا مرزا صاحب سچے نبی ہیں، معاً اس کے جواب میں میں نے کہا کہ قرآن میں جھوٹوں اور شیطان کے چیلوں کے بارے میں آتا ہے، تنزل علی افاك اثیم اس کے اعداد بھی تو اتنے ہی بنتے ہیں اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا ایسا نبی ہے جسے شیطان کی طرف سے وحی آتی ہے، غلام محمد نمبردار غصہ سے لال پیلا ہوگیا، پسینہ سے شرابور اور کانپ رہا تھا ہم اس کے گھر بیٹھے تھے کچھ بھی کر سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی اور ہم وہاں سے نکل آئے۔ (والدی و مشفقی از مولانا عطاء الرحمان)



رمضان کا کہنا ہے کہ میں شیخ ہوازی کے ساتھ ایک چھوٹی کشتی پر سوار تھا، میں کشتی کے پچھلے کنارے پر بیٹھا تھا اور شیخ اگلے کنارے پر، جب دوپہر کے کھانے کا وقت آیا تو اس نے اپنی ٹوکری میں سے ایک یخ بستہ مرغی اور چوزا نکالا اور میری طرف دھیان کیے بغیر کھاتا اور باتیں کرتا رہا، کشتی میں میرے اور اس کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا، اس نے مجھے ایک مرتبہ اپنی طرف اور ایک مرتبہ اس کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کی طرف جھانکتے ہوئے دیکھا، اسے وہم ہوا کہ میں کھانے کی خواہش رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ساتھ کھانے کی دعوت دے، لہٰذا اس نے کہا کہ: ''تم کیا گھورتے ہو جس کے پاس کھانا ہو وہ میری طرح کھائے اور جس کے پاس نہ ہو وہ تیری طرح گھورتا رہے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



نیویارک سے واپسی پر پطرس بخاری اپنے بے تکلف دوستوں کو بتا رہے تھے:

''جناب! میں نے وہاں ایسے ایسے سٹورز دیکھے کہ ایک ہی جگہ ضروریاتِ زندگی کی ہر شے مل جاتی ہے۔''

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے یہ سن کر حقے کی نلی نے ایک طرف کی اور کہنے لگے:

''صاحب! پھر تو امریکہ موچی دروازہ ہوگیا نا............ جہاں سے جو چیز چاہوں لے لو۔'' (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



زبیدہ بن حمید صراف نے ایک سبزی فروش سے جس کی دوکان اس کے گھر کے دروازے پر تھی دو درہم اور ایک قیراط قرض لیا، چھ ماہ گزرنے پر جب اس نے سبز فروش کا قرض ادا کیا تو اسے دو درہم اور تین جو کے دانوں کے برابر (وزن) چاندی ادا کر دی، (یہ دیکھ کر) سبزی فروش غضبناک ہو کر بولا: ''سبحان اللہ۔'' آپ ایک لاکھ دینار کے مالک ہیں اور مجھ سبزی فروش کے پاس تو سو فلس (پیسہ) بھی نہیں میں محنت و مشقت کر کے ایک یا دو دانے منافع لے کر گزر اوقات کر رہا ہوں، آپ کے دروازے پر ایک مزدور اپنی مزدوری کے لیے چلا رہا تھا اور آپ کے پاس مال نہیں تھا اور آپ کا وکیل بھی موجود نہ تھا، تو میں نے آپ کی طرف سے (مزدور) کو دو درہم اور چار دانے جو (کے مقدار) ادا کر دیے تھے، آپ چھ ماہ بعد دو درہم اور تین دانے جو کے ادا کر رہے ہیں۔

زبیدہ نے جواب دیا، پاگل آدمی! تم نے مجھے گرمیوں کے موسم میں قرضہ دیا تھا اور میں تمھیں سردی کے موسم میں قرضہ واپس ادا کر رہا ہوں اور سردیوں کے موسم

میں جو کہ تین تازہ دانوں کا وزن گرمیوں کے چار خشک دانوں کے وزن سے بوجھل ہوتا ہے اور مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ رقم آپ کی طرف زیادہ چلی گئی ہے۔ (بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



ایک مشاعرہ میں حفیظ جالندھری حسب عادت لہک لہک کر غزل پڑھ رہے تھے، یکایک انھوں نے اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے مولانا چراغ حسن حسرت کی طرف دیکھا اور ایک مصرعہ پڑھتے ہوئے کہنے لگے:

''حسرت صاحب! مصرعہ اٹھایئے۔''

حسرت صاحب بے ساختہ بولے: ''جنازے اٹھاتے اٹھاتے عمر گزر گئی......چلیں یہ بھی سہی۔'' (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



لیلیٰ ناعطیہ ایک غالی شیعہ عورت کی ساتھی تھی، وہ اپنی قمیص میں ہمیشہ اتنے پیوند لگا کے پہنتی تھی کہ اب قمیص پیوندوں کا ایک مرقع نظر آتی تھی، وہ اپنے لباس کو رفو کر کے پہنتی تھی یہاں تک کہ اصل لباس چھپ جاتا اور رفو ہی نظر آنے لگتا تھا، ایک دفعہ اس نے شاعر کا یہ شعر سنا......ع

البس قمیصك ما اهدیت لجیبه

فاذا اضلك جیبه فاستبدل

''اپنی قمیص کو اس وقت تک پہنتے رہو جب تک اس کا گریبان نظر آتا رہے، جب گریبان بھی نظر نہ آئے (یعنی پھٹ جائے) تب قمیص تبدیل

کر دو۔''

یہ سن کر نا عطیہ نے کہا تب تو میں بہت بے وقوف ہوں، اللہ کی قسم! اب میں ہر ٹکڑے کو اور ٹکڑے کے ٹکڑے کو سی لیا کروں گی اور سوراخ پر پیوند لگا لیا کروں گی اور پھر پیوند کے سوراخ پر بھی پیوند لگایا کروں گی۔

(بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



مشہور محقق اور عالم مولانا محمود شیرانی حیدر دکن گئے، ایک تقریب میں ایک صاحب نے ان سے کہا:

''شیرانی صاحب! آپ کی ایک نظم مجھے بہت پسند ہے۔''

''کونسی نظم بھائی!......'' مولانا نے استفسار کیا۔

''وہی جس کا مصرعہ ہے۔

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

مولانا نے ٹھنڈی سانس بھری اور بولے، یہ نظم میری نہیں، میرے نالائق، بیٹے اختر شیرانی کی ہے، وہ تو محض بدنام ہو رہا ہے، میں اس کی کرتوت سے رسوا ہو رہا ہوں۔ (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



جاحظ کا کہنا ہے کہ مجھے ابو الحجاہ نوشیروانی نے بتایا کہ ابو الاحوص شاعر نے مجھ سے کہا کہ ہم باسیانی کے ہاں ناشتہ کیا کرتے تھے اور وہ یہ کرتا کہ ہم سے پہلے ہی کھانے سے ہاتھ اٹھاتا اور جا کر بستر پر چت لیٹ جاتا اور یہ آیت پڑھتا: ''**انما**

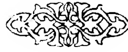


نطعمکم لوجه الله لا یرید منکم جزاء ولاشکوراً۔"

"ہم تو تمھیں اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔"

مطلب یہ کہ اگر مفت کھانا ہے تو اتنا کھاؤ جتنا میں نے کھایا ہے یہ میری خوشی سے ہے اگر زیادہ کھانا ہے تو کھانے کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



مجید لاہوری سے ان کے کسی دوست نے پوچھا...... "مجید صاحب! آپ دنیا بھر کے لوگوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں، کبھی آپ کا بھی کسی نے یوں مذاق اڑایا ہے۔"

"ہاں...... ایک بار......" مجید نے جواب دیا: "ہوا یوں کہ میں دفتر سے نکلا سڑک پر آیا، ایک رکشہ والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور کہا کیماڑی لے چلو گے؟"

رکشہ والے نے میرے تن و توش کو غور سے دیکھا، یوں جیسے وزن کر رہا ہو اور پھر بولا...... "لے چلوں گا، مگر دو پھیروں میں۔" (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



جاحظ کا کہنا ہے کہ عبداللہ عروضی نے گوشت بھوننے والے کو گوشت پکانے کی بجائے گوشت بھوننے پر اسی کوڑے مارے تھے، اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے گوشت بھوننے والے سے کہا کہ جب ہم دستر خوان پر بیٹھ جائیں تو تم اس وقت بکری کے بچے کو تندور میں (پکانے کے لیے) لٹکا دینا، جب میں تم سے کہوں گا کہ تم نے گوشت بھوننے میں دیر کر دی تم جواب دینا کہ (پکنے) میں تھوڑی سی کسر رہ گئی ہے، پھر تم ہمارے پاس (گوشت کو) اس طرح لے آنا گویا میں نے تم سے جلدی کروائی

ہے، جب گوشت کچی حالت میں سامنے رکھا جائے گا تو میں بھنا ہوا بکری کا بچہ ان کے سامنے پیش کرنے سے منع کر دوں گا (کیونکہ وہ کھانے کے قابل ہی نہیں ہوگا) اور جب وہ اسے نہ کھائیں گے تو تم اسے دوبارہ تندور میں رکھ دینا اور کل دوبارہ ہمارے سامنے ٹھنڈا کر کے پیش کر دینا، پس بکری کا ایک بچہ دو بچوں کے قائم مقام ہوگا۔ ایک مرتبہ گوشت بھوننے والا حکم کے خلاف ورزی کرتے ہوئے بکری کا بچہ خوب اچھی طرح بھون کر لے آیا، مہمانوں نے کھانے پر خوب ہاتھ صاف کیا تو اس نے بھوننے والے کو جھوٹی تہمت لگانے کی سزا قذف کے برابر اسی کوڑے لگائے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



بزرگ شاعر حضرت نوح ناروی اپنی غزل سنا چکے تو ایک باذوق نوجوان دیر تک سر دھنتا رہا اس کی یہ حالت دیکھ کر قریب بیٹھے ایک صاحب نے داد دی۔ ''بڑا اعلیٰ ذوق پایا ہے آپ نے۔''

''ذوق سے زیادہ حیرت کی بات ہے صاحب...... ناروے کا باشندہ اور اتنا اچھا اردو شاعر...... کمال ہے۔'' نوجوان نے جواب دیا۔ (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



علی الاعمی، یوسف بن کل خیر کے ہاں اس وقت گیا جب وہ دوپہر کا کھانا کھا چکا تھا تو اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اے لڑکی! ابوالحسن کے لیے کھانا لاؤ، لونڈی نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ بچا ہوا نہیں ہے، تو اس نے لونڈی سے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو لے آ جو کچھ بھی موجود ہے، ہمیں ابوالحسن کے ساتھ کوئی تکلف والی بات نہیں ہے، علی کو اس بات میں کوئی شک نہ تھا کہ اس کے لیے سالن آلو روٹی لائی

جائے گی، یا بچی ہوئی گوشت کی بوٹی، اور بچا ہوا سالن، گوشت اتری ہوئی ہڈی، بچا ہوا بھنا گوشت اور چھوٹے بڑے برتنوں میں بچا ہوا جام، مربہ وغیرہ لایا جائے گا، لیکن اس کی توقع کے برعکس لونڈی ایک طشتری لے کر آئی جس میں چاولوں کی ایک خشک روٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

جب اس کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا، وہ چونکہ اندھا تھا اس کا ہاتھ سیدھا اس خشک روٹی پر پڑا وہ میزبان کی اس بات سے کہ تکلف کی کوئی بات نہیں، یہ تو جان چکا تھا کہ کھانا تھوڑا ہوگا لیکن اسے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے، جب اسے اس خشک روٹی کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آیا تو بول پڑا کہ تمھارا ستیاناس ہو، تم نے اس کھانے کے لیے تمام تکلفات برطرف رکھ دیے اور بات صرف اس کھانے پر آ کر ٹھہری۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



۱۹۴۹ء کے آخر میں لاہور میں منعقد ہونے والی ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس میں روس کے ادیبوں کا ایک تین رکنی وفد آیا، کانفرنس کے لیے غیر رسمی ملاقاتوں کے درمیان پاکستانی ادیبوں نے محسوس کیا کہ روسی اہل قلم کے ساتھ جو ترجمان آیا ہے وہ انگریزی زبان میں ان ادیبوں کی گفتگو کا مفہوم پوری طرح نہیں پہنچا پا رہا، روسی وفد میں تاجکستان کے شاعر و ادیب ترسون زادہ بھی شامل تھے، جو فارسی زبان اچھی طرح جانتے تھے، پاکستانی ادیبوں نے سوچا کہ کسی فارسی داں کی خدمات حاصل کی جائیں تاکہ ترسون زادہ تک اپنی بات بہ آسانی پہنچائی جا سکے، چنانچہ سید مطلبی فرید آبادی کو اس کام پر آمادہ کیا گیا جو بڑے عالم اور فارسی داں تھے، دورانِ گفتگو ترسون زادہ نے پوچھا کہ سید سجاد ظہیر کہاں ہیں؟...... سجاد ظہیر ان دنوں حکومت کی

پکڑ دھکڑ کی پالیسی کی بنا پر روپوش تھے، مطلبی صاحب نے ترسون زادہ کو اس صورت سے باخبر کرنے کے لیے کہا: ''اور زیرِ زمین است۔'' ...... ترسون زادہ ''زیر زمین'' سے کیا سمجھے، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سجاد ظہیر کے لیے دعائے مغفرت کے واسطے ہاتھ اٹھائے، اور دوسرے لوگوں کو بھی اس دعا میں شامل ہونے کے لیے اشارہ کیا...... بڑی مشکل سے انھیں اس حقیقت سے باخبر کیا گیا کہ سجاد ظہیر ابھی بقیہ حیات ہیں اور زیرِ زمین کا مطلب وہ نہیں جو ترسون زادہ سمجھے ہیں۔ ایسی ہی ایک طویل ملاقات میں جب ترسون زادہ سے پاکستانی ادیب خواتین کی ملاقات کرائی گئی تو انھوں نے پوچھا کہ یہ خواتین ادبی تخلیق کے علاوہ ملازمت وغیرہ بھی کرتی ہیں؟

فارسی ترجمان نے جواب دیا: ''زناں ایں جا پیشہ نمی کنند۔''

لفظ ''پیشہ'' پر حاضرین قہقہہ لگا کر ہنس پڑے، فارسی ترجمان کو بھی اپنی حماقت کا احساس ہوا لیکن شاید ان کے پاس کوئی متبادل لفظ نہ تھا۔ (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



ابو یعقوب الدقان کہا کرتا تھا کہ میں جب سے مالدار ہوا ہوں، میں نے گوشت کھانے کا کبھی ناغہ نہیں کیا۔

وہ کرتا یہ تھا کہ جمعہ کے دن ایک درہم میں گائے کا گوشت خریدتا تھا اور ایک دانق کا پیاز خریدتا تھا اور ایک دانق کا بینگن خرید لیتا اور ایک دانق کا کدو اور اگر گاجر کا موسم ہوتا تو ایک دانق کی گاجر خریدتا اور ان سب چیزوں کو سرکے میں سکباج کر کے پکاتا۔ اس دن وہ اور اس کے گھر والے ہانڈی کے اوپر سے کچھ سالن لے کر روٹی کھا لیتے، اس سے ہانڈی میں پیاس، بینگن، گاجر اور کدو، چربی اور لحم گوشت سے کچھ نہ گھٹتا یعنی سب چیزیں علی حالہا برقرار رہتیں، ہفتے کے دن وہ شوربے میں



روٹی بھگو کر کھاتے اتوار کے دن وہ پیاز نکال کر کھاتے، پیر کے دن گاجر کھاتے، منگل کے دن کدو کھاتے، بدھ کے دن بینگن کھا لیتے اور جمعرات کے روز وہ گوشت کھاتے تھے، اس لحاظ سے وہ کہا کرتا تھا کہ مالدار ہونے کے بعد میں نے کبھی گوشت کھانے سے ناغہ نہیں کیا۔

(بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



علامہ اقبال کے جہاں اتنے پرستار ہیں وہاں ان پر اعتراضات کرنے والے بھی ہیں، یہ اعتراضات ان کی زندگی کے بعض پہلوؤں اور ان کی شاعری پر کیے جاتے ہیں۔

ایک دن ایک سکھ، جو ان کا عقیدت مند ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، ان کے پاس آیا اور ان کی شاعری کی تعریف کرتا رہا، آخر میں رہ نہ سکا، اس لیے اس سے سوال کیا: ''آپ اتنے بڑے شاعر ہیں، آپ نے پھر اپنا پیغام صرف مسلمانوں تک کیوں محدود رکھا ہے۔''

انھوں نے سوال کا نہایت تحمل سے جواب دیا: ''جس کی اپنی ماں بیمار ہو اسے سب سے پہلے اسی کی خبر گیری کرنی چاہیے۔'' (دن میں چراغ از عباس خان)



جاحظ کا کہنا ہے کہ ایک رات مسجد جامع میں محفوظ النقاش میرے ساتھ ہو لیا، جب میں اس کے مکان کے قریب پہنچا، اس کا مکان کی بہ نسبت میرے گھر کے مسجد جامع سے زیادہ قریب تھا تو اس نے مجھے اپنے ہاں رات گزارنے کے لیے پوچھا اور کہا کہ: ''اس بارش اور سردی میں تم کہاں جاؤ گے، میرے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو،

اس وقت تاریکی ہے، تمھارے پاس روشنی کا کوئی انتظام بھی نہیں، میرے پاس ایسی کھیس (گائے یا بھینس کا گاڑھا دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے تین دن تک رہتا ہے) ہے جو آج تک کسی نے نہ دیکھی ہوگی اور ایسی کھجوریں ہیں کہ عمدگی میں ان کا جواب نہیں، ایسی عمدگی تو صرف انھی کھجوروں میں ہے۔

میں اس کے ساتھ یعنی اس کے ہاں رات گزارنے پر آمادہ ہوگیا، وہ گھڑی بھر دیر کر کے آیا تو اپنے ساتھ گاڑھے دودھ کی کھیس کا ایک پیالہ اور کھجوروں کی ایک طشتری لے آیا۔

جب میں نے (کھانے کو) ہاتھ بڑھایا تو بولا: ''اے ابوعثمان! یہ کھیس ہے اور بڑی گاڑھی ہے، رات کا وقت ہے اور سناٹا چھایا ہوا ہے، پھر بارانی بھیگی رات ہے، تم عمر رسیدہ آدمی ہو اور تم پر ابھی تک کسی قدر فالج کا اثر بھی باقی ہے اور اب بھی استسقاء اور پیٹ کی حدت کے مریض ہو اور تم صاحب عشاء یعنی رات کا کھانا کھانے کے عادی نہیں ہو، اگر تم نے کھیس کھالی اور سیر ہو کر نہ کھائی تو گویا نہ تم نے یہ کھیس کھائی اور نہ چھوڑی، یوں گویا تم نے اپنی طبیعت کے ساتھ چھیڑ خانی کی اور اپنی شدید ترین خواہش یعنی کھیس کھانے کی خواہش کو قطع کر دیا تو تمھارا شمار نہ کھانے والوں میں ہوگا اور نہ چھوڑنے والوں میں، یوں گویا تم نے اپنے نفس کو کھانے کے لیے برانگیختہ کیا اور پھر کھانا نفس کی شدید خواہش کے باوجود چھوڑ دیا اور اگر تم نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو گویا ہمیں ساری رات تمھارے معاملے میں بے چین رہنا پڑے گا نہ ہم تمھارے لیے نبیذ تیار کر سکیں گے اور نہ شہد۔

میں نے تمھیں یہ بات اس لیے کہی ہیں تاکہ کل یہ نہ کہہ سکو کہ یوں ہوا اور یوں ہوا یعنی تم نے مجھے اس کھانے کے نقصان سے باخبر نہ کیا، بخدا میں تو شیر کی دو داڑھوں کے درمیان آ پھنسا ہوں، کیوں کہ کھانے کے لیے اگر میں تمھیں



کھیس نہ لا دیتا جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا تو تم کہتے کہ میں نے بخل کیا ہے اور میری نیت میں فتور آ گیا ہے اور جب میں یہ چیز لے آیا ہوں تو اگر تمھیں خبر دار نہ کروں اور وہ ساری باتیں بیان نہ کروں جس سے تمھیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو تم کہو گے کہ میں نے تمھارے ساتھ شفقت نہیں کی اور نہ خیر خواہی اور نصیحت کی، اب میں ان دونوں باتوں سے بری ہوں، اب اگر چاہو تو کھالو اور موت کا سامنا کرو اور اگر چاہو تو تھوڑا برداشت کرلو اور آرام کی نیند سو جاؤ۔

جاحظ کا کہنا ہے کہ میں اس رات جس قدر ہنسا کبھی نہ ہنسا ہوں گا، میں نے وہ ساری کھیس اور کھجوریں کھالیں۔

(بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



نقوش کے مدیر محمد طفیل ایک خاموش لیکن منتقم مزاج ذہنیت رکھتے تھے، ایک بار انھوں نے اپنے معاصر مرزا ادیب کو اپنی کوئی کتاب دی اور داد کے طالب ہوئے۔

مرزا صاحب نے طبعی خست کا مظاہرہ کیا اور کہا ''ٹائٹل اچھا ہے۔''

محمد طفیل اس خاموش طنز کو پی گئے...... کئی سال بعد مرزا صاحب نے اپنی کتاب نقوش میں تبصرہ کے لیے دی، محمد طفیل نے کسی رائے کا اظہار کیے بغیر کتاب ایک طرف رکھ دی...... مرزا صاحب نے بے چینی سے ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگے: ''طفیل صاحب کیا خیال ہے، کتاب پسند آئی......؟''

طفیل صاحب نے سادگی سے طنز کا تیر مرزا صاحب کے سینے میں اتار دیا:

''اس کا تو ٹائٹل بھی اچھا نہیں۔'' (ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



عمر بن بحر الجاحظ لکھتے ہیں کسی مروزی کے ہاں کوئی ملاقاتی آتا ہے یا پاس بیٹھا ہوا شخص دیر تک بیٹھا رہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ کیا تم نے آج کھانا کھا لیا ہے، اگر وہ جواب میں ہاں کہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا ہوتا تو تم (میرے ہاں) بہت عمدہ کھانا کھاتے، اور اگر وہ کہتے کہ نہیں تو وہ اس سے کہتا کہ اگر تم نے کھانا کھا لیا ہوتا تو میں تمھیں پانچ جام پلاتا، لہٰذا دونوں صورتوں میں مہمان کے ہاتھ میں کچھ نہیں آتا۔ (کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)



سراج منیر سقوط مشرقی پاکستان کے بعد لاہور وارد ہوئے تو انھوں نے ایک ادبی تقریب میں اپنی فارسی غزل سے اپنی نمود کا آغاز کیا، باقی اشعار پر تو حاضرین فارسی سے عدم واقفیت کے باعث خاموش رہے، لیکن ایک شعر پر انھیں بے پناہ داد ملی اور اسے بار بار پڑھوا کر سنا گیا، شعر یہ تھا:

اے پردہ نشیں گشتی رسوا سر بازارے

''اے محبوبہ! ہر در و دیوار پر تیری تصویر آویزاں ہے اور یوں تو پردہ نشیں ہونے کے باوجود بازار بازار رسوا ہو رہی ہے۔''

تقریب کے اختتام پر سراج منیر نے اپنے ایک لاہوری دوست سے کہا: ''یار میں حیران ہوں کہ پوری غزل پر حاضرین کو سانپ سونگھے رہا لیکن اس شعر میں کون سی بات تھی کہ سارا ہال تحسین و آفرین سے گونج گیا۔

دوست نے سراج منیر کی معلومات میں اضافہ کیا...... ''تم نے اس میں پردہ ''نشین گشتی'' کا ذکر کیا ہے نا...... اور جانتے ہو، لاہور میں گشتی کسے کہتے ہیں۔؟''

(ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



ابو الحسن المدائنی کا بیان ہے کہ مدائن میں ایک کھجور فروش رہتا تھا، وہ بخیل تھا اس کا نوکر جب دکان میں داخل ہوتا تو یہ اس کی نگرانی کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ کرتا، کبھی کبھار تو دکان کے اندر چھپ کر بیٹھ جاتا نوکر پر کھجور کھانے کی تہمت لگا دیتا، ایک دن اس نے نوکر سے پوچھ لیا لیکن اس نے کھجور کھانے کا الزام درست ہونے سے انکار کر دیا اس پر مالک نے سفید روئی منگوائی پھر نوکر کو دی' نوکر نے روئی کو چبائی، جب روئی کو منہ سے نکالی تو اس پر زردی تھی اور اس میں مٹھاس تھی، یہ دیکھ کر مالک نے نوکر سے کہا کہ یہ تیرا ہر روز کا معمول ہے اور مجھے اس کا علم نہیں ہوتا لہٰذا میرے گھر سے نکل جا۔ (بخیلوں کے انوکھے واقعات : ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق)



لاہور میں کانگریس کے ورکروں نے ایک پا پیادہ جلوس نکالا، اہتمام یہ کیا گیا کہ جلوس میں شامل تمام افراد ننگے پاؤں ہوں۔ مولانا ظفر علی خاں نے جلوس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ شعر کہا:

کانگریس آرہی ہے ننگے پاؤں
جی میں آتا ہے بڑھ کے دوں جوتا

(ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



جوش مشاعروں میں اپنا کلام سنا رہے تھے، مہندر سنگھ بیدی داد دیتے ہوئے کہنے لگے...... "دیکھئے کم بخت پٹھان کیسے غضب کے شعر پڑھ رہا ہے۔" جوش بے ساختہ بولے: "اور ظالم سکھ کیسی اچھی داد دے رہا ہے۔"

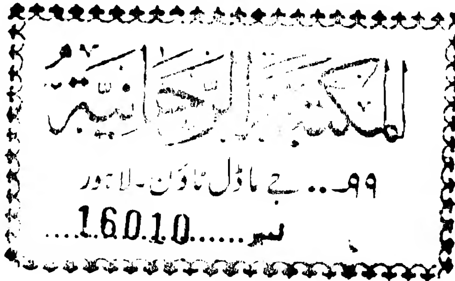
(ادبی شرارتیں از کلیم نشتر)



مغیرہ بن عبداللہ بن ابوعقیل اور اس کے ساتھی کھجوریں کھا رہے تھے کہ چراغ بجھ گیا، وہ گٹھلیاں ایک طشت میں ڈال رہے تھے، مغیرہ نے دو گٹھلیوں کے بیک وقت گرنے کی آواز سنی تو کہا کہ کون ہے کہ جو (شطرنج پر) دو نردوں سے کھیل رہا ہے۔

(کتاب البخلاء از ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ)





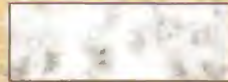


مسکراہٹ

- اس پر کچھ خرچ نہیں آتا لیکن یہ سب کچھ دیتی ہے۔
- یہ حاصل کرنے والوں کو مالا مال کرتی ہے اور دینے والے سے کچھ نہیں مانگتی۔
- اس کے بغیر کوئی امیر نہیں اور جس کے پاس یہ نہیں اس جیسا کوئی غریب نہیں۔
- مسکراہٹ کی ضرورت اسے سب سے زیادہ ہوتی ہے جس کے پاس دوسروں کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو۔
- اگر آپ دوسروں کے لیے باعثِ احترام بننا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں میں گھر کرنا چاہتے ہیں تو مسکرایئے۔
- یہ ایک جھلک ہوتی ہے لیکن اس کی یاد اکثر و بیشتر ابدی ہوتی ہے۔

اسلام میں تصورِ مزاح اور مسکراہٹیں

عبدالوارث ساجد





نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
nomania2000@hotmail.com
03344229127 - 042-7321865